Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یہ اردو رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نمبر ۸ ۵ اگست سنہ ۱۹۳۶ء — قاضی محمد ظہور الدین اکمل — ۱۶ جمادی الاول سنہ ۱۳۵۵ھ جلد ۳۵

فہرست مضامین

حضرت رسول کریم کا صبر دشمنوں کی اذیتوں کے مقابلہ میں	۱۸۱ / ۲۰۵	مولانا شیخ مبارک احمد صاحب فاضل مبشر مشرقی افریقہ
کتاب التوحید بجواب اثبات التثلیث	۲۰۶ / ۲۱۰	فاضل جلیل سید محمد اسحق صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ
المقتبسات والملتقطات: نشانات آخرۃ — غیر مذاہب کی تبلیغی کوششیں — بانی اسلام علماء یورپ کی نظر میں۔ شاہ سنگ پرست	۲۱۱ / ۲۱۸	ماخوذ

اندرون ہند سے تین روپے سالانہ — مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے ۲ روپے — بیرون ہند سے تین روپے ۸ آنہ سالانہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقایا دار خریداران ریویو کے نام کئی ہزار روپیہ

سنہ ۱۹۳۴ء میں۔ حساب کرنے سے معلوم ہوا تھا کہ **۲۰۵۰** اڑھائی ہزار روپے سے زیادہ بقایا۔ خریداران ریویو سے واجب الوصول ہے جس کے لئے کئی مرتبہ وی پی کیئے۔ اعلانات و مطالبات کیئے خاص حالات میں چٹھیاں بھی لکھیں۔ مگر یہ بقایا وصول نہ ہوا اس کے بعد اب سنہ ۳۵ و ۱۹۳۶ء میں جن خریداروں کے نام سے رسالہ اس لئے بند کرنا پڑا کہ ان کے نام بقایا دو سال سے زیادہ کا ہو گیا تھا ان کے اسماء گرامی ذیل میں اس امید سے دیئے جاتے ہیں کہ یہ صاحبان مہربانی فرما کر اپنے اپنے ذمے کا بقایا ادا فرمائیں۔ اور ابھی وہ احباب بھی بہت سے ہیں جن کے نام رسالہ اس امید پر جاری ہے کہ وہ چندہ دفتر کو جلد ادا فرما دینگے رسالہ کی توسیع اشاعت کی بجائے اس کے فنڈ کو نادہندگی کی وجہ سے ایسا کمزور کر دینا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت کی واحد یادگار کو جاری نہ رکھ سکیں بہت قابل افسوس امر ہے:۔

نمبر	نام	بقایا	نمبر	نام	بقایا
۲۴۵	ماسٹر نذیر محمد خانصاحب	۷-۰-۰	۱۱۴۰	چوہدری مہر محمد صاحب	۱-۱۵-۰
۲۷۶	چوہدری نواب الدین صاحب	۸-۱۰-۰	۱۱۶۴	قریشی محمد عثمان صاحب	۷-۳-۰
۲۸۴	منشی محمد علی صاحب	۳-۱۰-۰	۱۲۳۰	منشی عبدالغفور صاحب	۷-۹-۰
۳۳۴	سید صادق حسین صاحب	۷-۴-۰	۱۳۷۹	ایم عبدالرزاق صاحب	۱۰-۱۵-۰
۳۷۳	چوہدری غلام محمد صاحب	۸-۱۳-۰	۱۳۰۹	امام مسجد اللہ دتا صاحب	۶-۱۴-۰
۳۷۴	محمد امین فضل کریم صاحبان	۷-۰-۰	۱۴۱۴	ایم محمد شفیع صاحب	۷-۰-۰
۴۰۱	حاجی غلام جبار صاحب	۷-۷-۰	۱۵۰۲	سی سی بلگریو	۱-۸-۰
۴۵۷	اللہ دتا صاحب ہیڈ ماسٹر	۶-۸-۰	۱۵۳۴	عبدالرحمن صاحب شڈ کلرک	۶-۸-۰
۴۸۹	عبدالکریم صاحب	۶-۱۳-۰	۱۵۳۷	ملک شیر بہادر خانصاحب	۶-۱۰-۰
۴۲۱	منشی ہدایت اللہ صاحب	۷-۰-۰	۱۵۸۹	مولوی قطب الدین صاحب	۷-۰-۰
۷۵۱	عبداللہ غلام محمد	۳-۱۰-۰	۱۶۳۰	میاں ولی محمد صاحب نمبردار	۷-۱۰-۰
۷۵۵	مستری روشن الدین صاحب	۶-۱۳-۰	۱۶۳۲	حافظ محمد عبداللہ صاحب ٹیچر	۶-۱۳-۰
۸۶۲	منشی محمد الدین صاحب	۵-۱۳-۰	۱۶۴۷	محمد رشید خاں صاحب	۷-۱۱-۰
۹۳۶	عبدالغنی گلاس ورکس	۶-۱۰-۰	۱۶۹۶	فضل الٰہی صاحب	۵-۶-۰
۹۴۲	محمد اسلم صاحب	۶-۱۰-۰	۱۷۳۹	مرزا احسن بیگ صاحب	۵-۸-۰
۹۵۲	ڈاکٹر فتح الدین صاحب	۴-۷-۰	۱۷۴۲	محمد اسمٰعیل صاحب پلیڈر	۵-۱۴-۰
۹۷۵	سید مہدی حسین صاحب	۸-۲-۰	۱۷۶۹	محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر	۶-۲-۰
۱۰۰۶	مرزا ابو سعید صاحب	۶-۱۳-۰	۱۷۹۹	محمد ثناء اللہ صاحب	۶-۸-۰
۱۰۴۹	قاضی فضل الحق صاحب	۳-۴-۰	۱۸۰۴	محمد اسمٰعیل صاحب	۶-۹-۰
۱۱۰۷	علم الدین صاحب	۷-۰-۰	۱۸۱۷	محمد کریم صاحب علوی	۷-۲-۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر دشمنوں کی ایذا رسانیوں کے مقابلہ میں

صبر کے دلنشین نظارے

انسانی پیدائش کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ وہ ہے جو ظاہر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور جسے عربی زبان میں خَلْق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسرا حصہ انسانی پیدائش کا باطن سے متعلق ہے جسے ہم باطنی پیدائش کہتے ہیں یا عربی زبان میں خُلْق سے تعبیر کرتے ہیں٭

انسانیت کے اصل مقام اور مرتبہ تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے، کہ ہر دو قسم کی پیدائش کامل ہو۔ جب تک کوئی انسان اپنی دو نو قسم کی پیدائش یعنی خَلق اور خُلق کو صحیح طور پر قائم نہیں رکھتا یا اُنہیں عمدگی کے ساتھ ترقی و نشو و نما دیکر مناسب و موزون رنگ میں رنگین نہیں کرتا اس وقت تک کوئی انسان کامل انسان کہلانے کا مستحق نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک انسان جس کی ظاہری پیدائش میں یعنی اُس کے اعضاء وغیرہ میں کسی قسم کا کوئی نقص نہ تھا۔ لیکن اپنی بدعنوانیوں کی وجہ سے بجائے اپنے ظاہری اعضاء کو نشو و نما دینے کے انہیں نقصان پہنچا کر ناقص کر دیتا ہے اور اپنے ظاہری اعضاء سے قوم و ملک کی خدمت تو الگ۔ رہی اپنے نفس کی بھی صحیح رنگ میں خدمت کرنے سے عاجز رہتا ہے یقیناً ایسا انسان اِس قابل نہیں ہو گا کہ اِسے اُس شخص کے مقابل میں لاکھڑا کیا جائے جس نے اپنے دماغ یا دوسرے اعضاء کو مناسب و صحیح استعمال کے ساتھ ترقی و نشو و نما دیکر انہیں مضبوط اور مفید بنا کر قوم و ملک اور وطن و ملت کی خدمت کے علاوہ اپنے جسم اور رُوح کی بھی خدمت کر رہا ہو۔ ایسا شخص دن بدن اپنے ظاہری حُسن کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صبر کا تیسرا نظارہ

مکّہ کے سنگدل دشمنوں اور ظالموں نے باوجود آپؐ کی خاموشی اور کسی قسم کا مقابلہ نہ کرنے کے اپنے رویہ میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی۔ بلکہ اپنی شرارتوں میں دن بدن بڑھتے ہی چلے گئے اور مظالم کی آگ کو تیز سے تیز تر کرنا شروع کر دیا۔ اور ایک دفعہ پھر ناکام کوشش کر کے آپؐ کے چچا کو آپؐ سے الگ کرنے کی سازش کی۔ اِس دفعہ پھر انہیں خائب و خاسر واپس ہونا پڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اب بھی خاموش رہے مگر ابو طالب نے بنی ہاشم کو اپنے ساتھ ملا لیا اور قریش کے خلاف ایک قسم کا اکٹھ کر لیا۔ مگر اس معمولی سے گروہ کی وہاں کیا پیش جا سکتی تھی۔ تمام قریش نے مل کر ان کے خلاف ایک طوفان مچا دیا۔ اور لوگوں کو اکسانا شروع کر دیا کہ پہلے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اکیلا تھا اب اُس کا ساتھ دینے اور اس کی حمائت کے لئے بنو ہاشم بھی تیار ہو گئے ہیں۔ اس لئے ان سب کو سزا دی جائے۔ اور اس کے لئے قریش کے لوگوں نے مختلف تجاویز کیں آخر کار بائیکاٹ کا فیصلہ ہوا۔ چونکہ بنو ہاشم کا اس صورت میں شہر میں رہنا دشوار بلکہ محال ہو گیا تھا اس لئے شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ یہ تین سال تک محاصرہ رہا۔ تاریخ میں اس خطرناک ظلم کے جو حالات لکھے گئے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں کہ جنہیں پتھر سے پتھر دل بھی پڑھ کر آبدیدہ نہ ہو جائے۔ کھانے پینے کے لئے کوئی سامان انہیں بہم نہیں پہنچایا جاتا تھا۔ خورد نوش کی اشیاء انہیں نہیں دی جاتی تھیں۔ رات کو چھپ چھپ کر پانی لایا جاتا اور اُس پر کئی کئی روز تک گذارا کیا جاتا تھا۔ کئی اور سُوکھے ہوئے چمڑوں کو پانی میں بھگو کر روٹی کی بجائے استعمال کیا جاتا۔ غرضیکہ اس ظالمانہ بائیکاٹ سے ان لوگوں نے اس گروہ کو دنیا سے ہمیشہ کے لئے نابود کر دینے کی کوشش تک سے دریغ نہ کیا۔ اور یہ ایسا خطرناک ظلم تھا کہ قریش میں سے بھی بعض لوگوں نے اسے سختی سے محسوس کیا اور وہ اس مقاطعہ کو منسوخ کرنے کے لئے تُل گئے۔ چنانچہ زہیر اور زمعہ بن اسد نے اس ظلم کو نہ برداشت کرتے ہوئے اس کاغذ کو چاک کر دیا جس میں مقاطعہ کے متعلق فیصلہ لکھا ہوا تھا۔ مگر کوئی ماں کا بچہ یہ بتانے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ کفار کے ان مظالم پر آپؐ نے کسی قسم کا ایکشن لیا ہو۔ اور مقابلہ میں خود حفاظتی کے لئے بھی کوئی قدم اُٹھایا ہو۔ بلکہ نہایت جرأت و استقلال کے ساتھ ان تنگیوں اور سختیوں۔ مظالم اور مصائب کو برداشت کیا اور خاموشی و صبر کے ساتھ اس مشکل وقت کو آپؐ نے گذارا۔ اور اپنے فریضہ کو ادا کرنے میں ہمّت و استقلال کا بہترین نمونہ دکھایا اور ان مظالم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی موجودگی میں کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آپؐ نے اپنے اصل مقصد کو ایک لمحہ بھر کے لئے بھی نظر انداز کر دیا ہو، یا ایک لحظہ کے لئے ہی آپؐ پر ان مشکلات کی وجہ سے گھبراہٹ و اضطراب نمودار ہوئی ہو، اتنے سخت مشکل اوقات میں اس قسم کا تحمّل اور ایسی بردباری اور صبر و استقامت کا مظاہرہ یقیناً ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جو آپؐ سے ظہور میں آیا اور آپؐ کا بے مثال صابر ہونا ظاہر کرتا ہے وھو المقصود ؞

صبر کا چوتھا نظارہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس خاموشی اور صبر و برداشت سے بجائے اس کے کہ کفّار کّہ شرماتے اور آئندہ کے لئے اپنے آپ کو ان باتوں سے باز رکھتے اور بھی زیادہ چمکے اور ادھر کئی سعید اور نیک بخت اسلام میں بھی داخل ہو رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بے نظیر اخلاق کو دیکھ کر آپؐ کے گرویدہ ہوتے جا رہے تھے۔ آپؐ کی یہ کامیابیاں کفّار کی جلتی ہوئی آگ پر تیل کا کام دیتی تھیں اور اسلام کی دن بدن ترقی کی وجہ سے ان کی آتش غضب اس قدر تیز ہوئی کہ آپؐ کے لئے مکّہ میں رہ کر آسمانی پیغام کا پہنچانا ناممکن کر دیا۔ اور یہ تو آپؐ کے لئے ناممکن تھا کہ اپنے فریضہ کو خواہ کتنی ہی مشکلات کیوں نہ ہوں، پورا کرنے سے کسی وقت بھی غافل ہو جائیں اس لئے مکّہ کو چھوڑ آپؐ طائف بستی کی طرف روانہ ہوئے تھکے ماندے اور قوم کے ظلموں سے چور ہو کر اور رنجوں اور دکھوں کو برداشت کرتے ہوئے نور الٰہی سے طائف کے لوگوں کو منوّر کرنے کی کوشش کی۔ ہاں وہ لوگ جو خدا سے دُور نیکی و تقویٰ سے بے بہرہ اخلاق سے عاری اور صداقت و راستی سے کوسوں دُور تھے انہیں اخلاق کے زیور سے آراستہ اور نیکی و تقویٰ کا حامل اور خدا تعالےٰ کے قُرب کی راہیں دکھانے کے لئے بغیر کسی لالچ و غرض کے محض ان کی ہمدردی کی خاطر اس قدر مشکلات کے سفر کو طے کرتے ہوئے۔ ان کے پاس پہنچے۔ مگر افسوس کہ طائف کی بدبخت بستی نے اپنے سچے ہمدرد کو نہ پہچانا اور حقیقی غم خوار کو نہ جانا اور بجائے اس کے کہ اس مقدّس و مخلص اور سچے ہمدرد اور حقیقی غم خوار کو اس بستی کے جگر گوشے خوش آمدید کہتے اور محبّت و اخلاص سے آپؐ کا استقبال کرتے اور تواضع و انکساری سے آپؐ کی باتوں کو سُنتے اُلٹا پتھروں سے آپؐ کو سنگسار کرنے کے درپے ہو گئے۔ استہزاء و تمسخر سے آپؐ کو اُڑانے لگے۔ اور گالی گلوچ سے آپؐ کی تواضع میں لگ گئے۔ کاش کہ یہ بدبخت قوم دنیا میں پیدا ہی نہ ہوتی جس نے اپنے سچے ہمدرد کے ساتھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس قسم کا ناجائز اور دردناک سلوک کیا اور سنگباری سے آپؐ کو لہولہان کردیا۔ آپؐ کی پیشانی مبارک اور ٹخنوں سے خون بہنے لگ گیا۔ اور آخرکار طائف کے ننگ انسانیت فرزندوں نے آپ کو بستی سے نکلنے پر مجبور کردیا۔ خدا کا پیارا ہاں اُس کا محبوب۔ جو چالیسؐ برس تک قوم میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہا اور ہر کوئی اس کے لئے جان قربان کرنے کو تیار تھا آج وہ محض اس وجہ سے کہ وہ قوم کے ساتھ حقیقی نیکی کا برتاؤ کرنا چاہتا ہے ان کی اصلاح کے درد سے ماہی بے آب کی طرح بے تاب ہو رہا ہے اُسے اس قدر ظلم و مصائب کا نشانہ بنایا جاتا ہے یہاں تک کہ نڈھال اور بیہوش ہو کر گر پڑتا ہے اور ایک دیوار کے سایہ میں بے کسی اور کس مپرسی کی حالت میں مصائب و مشکلات کے مظالم کے تیروں سے چھلنی اور خونی پتھروں سے زخمی زار و نزار دکھائی دیتا ہے ؛

ان سنگدلانہ مظالم اور ظالمانہ مصائب کو دیکھ کر آسمان غیظ و غضب سے ایک جوش میں ہے اور زمین ان کے نگلنے کے لئے اور انہیں ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد اور ٹکڑے کرنے کے درپے ہے۔ غیظ و غضب کا دیوتا ایک فرشتہ ظاہر ہوتا ہے اور آپؐ سے عرض کرتا ہے کہ اگر حکم ہو تو اس سامنے کے پہاڑ کو اُنپر گرا کر انہیں ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کردیا جائے۔ اور انہیں تختۂ دنیا سے ملیا میٹ کردیا جائے۔ مگر مجسم صبر اس حالت میں بھی جبکہ انسان کے لئے اس سے بڑھکر مظالم کا دیکھنا ناممکن ہے۔ خدا تعالیٰ سے یوں عرض پرداز ہے :۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

اے میرے مولیٰ میری قوم حقیقت سے ناواقف ہے اور اصلیت سے بے بہرہ ہے بجائے انہیں تباہ و برباد کرنے کے انہیں ہدایت دے۔ کہ یہ ظلم کرنے کی بجائے تیرے پیارے سے بھی پیار کرنے لگیں۔ تاریخ عالم کے اوراق اس لحاظ سے بالکل خالی پڑے ہیں کہ دنیا میں کوئی اور بھی ایسا ہو جو ایسے سنگدلانہ مظالم کا نشانہ بنکر بھی صبر و تحمّل کا نمونہ دکھا رہا اور برداشت پر برداشت کرتا چلا گیا ہو اور نہ صرف برداشت ہی بلکہ ان کی بہتری کے لئے بھی خدا تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہو، اور پھر ساتھ ہی اپنے فریضہ تبلیغ اور آسمانی پیغام کی اشاعت میں بھی نہایت استقلال و استقامت کے ساتھ مصروف ہو۔ گھبراہٹ و اضطراب کا کوئی ادنیٰ نشان تک بھی نہ ہو ؛

ایک سوال اور اُس کا جواب

ممکن ہے مندرجہ بالا سطور کو پڑھ کر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو۔ کہ اسوقت تک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جتنی مثالیں پیش کی گئی ہیں یہ تمام کی تمام اس قسم کی ہیں کہ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بالکل کس مپرسی کی اور کمزوری کی ہے۔ ان حالات میں اگر آپؐ خاموش نہ رہتے تو کیا کرتے۔ آپؐ بھلا مقابلہ کر ہی کیا سکتے تھے اور مخالفین کا کیا بگاڑ سکتے تھے۔ اگر مقابلہ بھی کرتے تو بوجہ طاقت نہ ہونے کے اپنا ہی نقصان کرتے۔ ہاں اگر کچھ کر سکتے اور پھر برداشت کرتے تو کوئی بات بھی تھی۔

یہ تو میں آگے چل کر جب مدنی زندگی کے چند واقعات کو تحریر کرونگا تو بتاؤنگا کہ حضورؐ نے اُس وقت بھی جبکہ ہزاروں کی تعداد میں آپؐ کے پاس جاں نثار موجود تھے اور ہر ایک طرح کی طاقت بھی آپؐ کو حاصل تھی، برداشت کا نمونہ دکھایا مگر ایسے حالات میں جبکہ آپ بالکل کمزور تھے اور بیکس و بے بس تھے آپؐ کا برداشت کرنا اور مظالم کو سہتے چلے جانا کوئی معمولی کام نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگرچہ آپؐ کے پاس دنیاوی ساز و سامان نہ تھے ظاہری اسلحہ سے آپؐ خالی تھے مگر اس کے باوجود بھی آپؐ کے پاس ایک ایسی چیز تھی جو ہر قسم کے دنیاوی ساز و سامان اور ہتھیاروں سے زیادہ کارگر تھی اور اُس سے آپؐ کفار مکہ کے مظالم کا بآسانی مقابلہ کر سکتے تھے۔ اور اُن کا عمدگی سے جواب دینا آپؐ کے لئے اس رنگ میں کہ وہ بھی مظالم کے مقابل میں تباہ و برباد ہو جائیں بالکل آسان تھا۔ مگر مندرجہ بالا واقعات میں جو آپؐ کی بیکسی کے زمانہ کے ہیں۔ آپؐ نے اُس چیز کو استعمال نہیں کیا۔

وہ چیز کیا تھی وہ سہام اللیل تھے ۔ جن کا خطا جانا ناممکن و محال تھا۔ اور اگر آپؐ ان کو استعمال کرنا شروع کر دیتے تو بھلا یہ ممکن تھا کہ قوم عرب چھلنی ہونے سے بچ جاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کے تیروں سے بآسانی عرب کو ریزہ ریزہ کر سکتے تھے اور پھر اس حالت کے چلائے ہوئے تیر جس میں آپؐ تھے۔ مظلوم کی آہ تو ایک ہنگامہ برپا کر دیتی ہے۔ اور عرش الٰہی کو ہلا دیتی ہے سے

162 بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن ٭ اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

مگر آپؐ کا کفار کے لئے مندرجہ بالا مواقع پر بددعا نہ کرنا یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ مظاہرۂ برداشت آپؐ نے حالات کی مجبوری کی وجہ سے نہیں کیا۔ بلکہ طاقت رکھتے ہوئے آپؐ نے صبر و تحمل کا نمونہ دکھایا۔

اور پھر میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ صبر کے صرف یہی معنے یا مفہوم نہیں کہ ظلم کو خاموشی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے برداشت کرلیا جائے۔ بلکہ یہ بھی صبر ہی میں داخل ہے کہ مظالم و مصائب کے باوجود انسان اُس کام کو نہ چھوڑے جس کی وجہ سے یہ مشکلات اُسے پہنچ رہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر صابر نہ ہوتے تو پھر آپ اس قسم کے سنگدلانہ جور و ستم میں اور مصائب و مشکلات کی موجودگی میں اپنے اصل کام کو چھوڑ نہ دیتے۔ مگر آپ کا اپنے کام کو ہمت و استقلال کے ساتھ جاری رکھنا دشمنوں کی دشمنی اور ان کی عداوت کی پروا نہ کرنا یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ آپؐ نے اپنی بیکسی کی حالت میں بھی جو مظاہرہ کیا حقیقۃً وہ صبر کے حقیقی مفہوم کے ماتحت تھا۔ اس لئے یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ آپؐ نے مجبوری کی وجہ سے خاموشی کا رویہ اختیار کیا ۔

صبر کا پانچواں نظّارہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اخلاق طیّبہ نے اپنا اثر دکھایا اور قوم کی طبائع میں اندر ہی اندر ایک تحریک پیدا ہونی شروع ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں کئی ایک آپؐ کے ساتھ ہو گئے۔ اور نور الٰہی سے منوّر ہو کر خدائے واحد و یکتا کی توحید اور یکتائی کی اشاعت کو اپنا فرض اوّلین سمجھنے لگے۔ غلاموں کی ایک اچھی خاصی تعداد بھی آپؐ کے ساتھ ہو گئی۔ اور آپؐ کی ان بے نظیر عادات حسنہ کو دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ ہمارے لئے یہی ایک شخص ہے جو سچی خیر خواہی کرنیوالا ہے اور یہ کہ ہماری رستگاری کا موجب ہو گا۔ اور انہیں حضورؐ کی ہمدردی کا اس حد تک یقین تھا کہ کفّار مکّہ کی سخت ترین مشکلات اور مظالم کو بھی جو ان پر محض اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ کے رسولؐ پر یہ ایمان لائے اور توحید کے پرستار ہو گئے توڑے جاتے تھے، برداشت کرتے تھے مگر حضورؐ سے الگ ہونا گوارا نہ کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی زبردست ہستیاں بھی ان وحشتناک مظالم کے باوجود اسلام کے حلقہ میں آچکی تھیں۔ چنانچہ ان تمام حالات کی وجہ سے ابو لہبی فطرتوں نے اپنے بُغض و عناد اور دشمنی و عداوت کا انتہائی مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ اور صحابہ کرامؓ اور حضور انورؐ کے لئے مکّہ کی بستی میں زندگی بسر کرنا دشوار کر دیا۔ آخر خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت کفّار کے مظالم اور سنگدلانہ مصائب کی وجہ سے مکّہ کو صحابہ کرامؓ نے خیر باد کہا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضور بھی اُس گھڑی کے منتظر تھے کہ جب مکّہ کی بستی کو آپؐ چھوڑیں کہ کفّار نے آپؐ کے قتل کرنے کی سازش کی آخر کار وہ گھڑی آپہنچی اور مکّہ کو چھوڑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لے مدینہ خدا تعالیٰ کی حفاظت میں روانہ ہوئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دشمنوں نے بھی اپنے منصوبہ اور سازش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنا انتہائی زور صرف کیا بڑے بڑے انعامات بھی مقرر کیئے گئے مگر خدا تعالیٰ نے انہیں ناکامی پر ناکامی دکھائی اور ذلت پر ذلت پہنچائی اور آخر کار خدا تعالیٰ کی حفاظت کے سایہ میں یہ مختصر قافلہ بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گیا۔ اور ادھر کفار مکہ نے شورش کی آگ کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ اور اس خطرہ کی وجہ سے کہ کہیں اہل مدینہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مل کر مکہ والوں کو کسی قسم کی گزند نہ پہنچائیں مکہ کے اردگرد کے لوگوں میں اشتعال پیدا کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس تمام شورش اور اشتعال انگیزیوں کا نتیجہ جنگ بدر کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اِس جنگ کی وجوہات و اسباب کی تفصیلات میں اس وقت میں نہیں جانا چاہتا۔ مختصر طور پر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جنگ اپنے اثرات کے لحاظ سے ایک عظیم الشان جنگ ٹھیری خدا تعالیٰ نے بھی اسے "یوم الفرقان" قرار دیا۔ اس جنگ میں کفار کا ایک ہزار کے قریب لشکر تھا۔ ساز و سامان سے ہر طرح مسلح تھے کھانے پینے کے سامان بافراط موجود تھے۔ اور بالمقابل اسلامی لشکر بیکسی کا مجسمہ تھا۔ تعداد کے لحاظ سے ناقابل ذکر ساز و سامان نام تک کو بھی نہ تھا۔ فاقوں سے بیچارے لاغر ہو چکے ہوئے تھے۔ آئندہ کے لئے کوئی کھانے پینے کے سامان نہ تھے۔ اس انتہائی ضعف و کمزوری کی حالت میں مسلمانوں نے بدر مقام پر خدا تعالیٰ کی فوجوں کے ساتھ ان کفار کا مقابلہ کیا۔ اور یہ بھی اُس صورت میں جبکہ خود حفاظتی کی اور کوئی صورت باقی نہ تھی۔ اس معرکہ میں کفار کے ستر آدمی مارے گئے جن میں بڑے بڑے سرغنے اور بغض و عداوت کے مجسمے ۔ ۔ ۔ کام آئے اور ستر قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے ☆

163

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ قیدی کون تھے یہ وہی مارِ آستین تھے جنہوں نے ہر موقعہ پر مسلمانوں کو ڈسنے کی کوشش کی۔ یہ وہی ظالم اور سنگدل لوگ تھے جنہوں نے مسلمانوں کو انتہائی دُکھ و مصائب میں مبتلا کر دیا۔ یہ وہی جور و ستم کے عادی تھے جنہوں نے مسلمان خواتین کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر انہیں شہید کر دیا تھا۔ اگر آنحضرت صلعم چاہتے تو ان سب کو تہ تیغ کرا دیتے۔ اور سب کا سر قلم کرنے کا حکم دیتے۔ انہیں ایسی سزا دیتے جو رہتی دُنیا تک کفار کو یاد رہتی اور انہیں معلوم ہو جاتا کہ کس طرح مظالم کیئے جاتے ہیں۔ اور دُنیا کا کوئی شریف و مہذب انسان آپؐ کی اس قسم کی سزا کو ان حالات میں قابل اعتراض نہ قرار دیتا۔ مگر آپؐ کی بے نظیر صبر اور لامثال قوت برداشت اور غیر معمولی تحمل و بُردباری نے یہاں بھی اپنا رنگ دکھایا۔ اور وہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس طرح پر کہ اسلامی لشکر کو آپؐ نے یہ حکم دیدیا کہ قیدیوں کے ساتھ ہر ممکن حسن سلوک کیا جائے۔ اور انہیں کسی قسم کا دُکھ و درد نہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ مسلمانوں نے محبّت و سلوک کا مظاہرہ کیا اور انہیں جو ہر ممکن آرام پہنچایا اُس قیدی کی شہادت کافی ثبوت ہے۔ جس نے مندرجہ ذیل خیالات کا مسلمانوں کے متعلق اظہار کیا:۔

"خدا مدینے والوں کا بھلا کرے۔ ان جوانمردوں نے ہمیں اپنے اونٹوں پر سوار کیا اور خود پیدل چلے ہمیں گندم کی روٹی کھلائی اور خود سوکھی کھجوریں کھاکر گذارہ کیا۔"

اب بتاؤ! اس سے بڑھ کر بھلا صبر کا اور کیا نمونہ دکھایا جاسکتا ہے کہ آپ باوجود پوری طاقت قدرت کے پھر بھی انہیں کوئی سزا نہیں دیتے بلکہ ان کی مصائب کو برداشت کرتے ہیں اور ان کے ساتھ حُسن سلوک کرنے کا ارشاد فرماتے ہیں۔ اور اُن لوگوں سے محبّت کرنے کا حُکم دیتے ہیں جو ایک لحظہ کے لئے بھی مسلمانوں کو دیکھنا تو الگ رہا اُن کا نام بھی نہیں سُننا چاہتے اور جو جنگ بدر میں اس غرض کے لئے شریک ہوتے ہیں تا شجر اسلام کو بیخ و بُن سے اکھیڑ دیا جائے اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرکے ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد کردیا جائے۔ مگر آپؐ ہیں کہ اس موقعہ پر بھی اپنے خلق صبر کو نظر انداز نہیں کرتے اور دامن صبر کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اور ظالموں کے ظلم کو برداشت کرجاتے ہیں اور ہاتھ میں آئے ہوئے ظالموں کو بھی سزا تو الگ رہی محبّت و پیار سے رکھنے کی تلقین کی جاتی ہے ؁

صبر کا چھٹا نظارہ

یہ جنگ جیسا کہ میں نے بتایا یوم الفرقان تھی، اور اس جنگ میں کُفّار کے تمام بڑے بڑے سرغنے تہ تیغ ہو چکے تھے اور انہیں خطرناک اور ذلّت آمیز شکست ہوئی تھی۔ اور یہ جنگ گویا ایک تبر تھا جس نے کُفّار کی جڑھوں کو کاٹ کر رکھدیا تھا۔ اور ادھر خدا تعالےٰ کے فضل و رحم کے ساتھ مسلمان دن بدن ترقی کرتے جارہے۔ مدینہ میں اسلام کو ایک خاص قبولیّت حاصل ہورہی تھی۔ چنانچہ حضورؐ کی اس ترقی اور جنگ بدر میں کفار کو جو ذلّت و رُسوائی پُہنچی تھی اس کا انتقام کُفّار کو آرام کی نیند نہیں سونے دیتا تھا۔ ابوسفیان اپنی شرارتوں میں بڑھتا چلا جارہا تھا اور بے خبری کی حالت میں دفعتہً مسلمانوں کے باغات کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نقصان وغیرہ پہنچایا اور اسی قسم کی دیگر تکالیف سے مسلمانوں کو دُکھ و رنج پہنچاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سختی کے ساتھ مختلف قبائل میں پراپیگنڈا وغیرہ بھی باقاعدگی سے شروع کردیا چنانچہ اس کا نتیجہ جنگ احد کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اب کے کفّار پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں شریک ہوئے۔ اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہوکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی نیّت سے اُحد مقام پر اکٹھے ہوگئے۔ مدافعت کی خاطر مسلمان بھی مدینہ سے نکلے اور اُحد مقام پر پہنچ گئے۔ مسلمان اگرچہ تعداد میں ایک ہزار تھے۔ مگر عین وقت پر منافقین نے غدّاری کی اور مسلمانوں کا ساتھ دینے سے انکار کردیا۔ چنانچہ عبداللہ بن اُبّی اپنے تین سو آدمیوں کو لیکر واپس ہوگیا۔ اور اس طرح سات سَو سے بھی کم مسلمانوں کی تعداد ہوگئی۔ اور ظاہری سامان اور ہتھیاروں کے لحاظ سے بھی کفار کے مقابلہ ان کی کوئی نسبت نہ تھی۔ آخر معرکہ اور گھمسان کی جنگ ہوئی۔ کفّار کی عورتیں اپنے جوانمردوں کو خطرناک طور پر اشتعال دلا رہی تھیں۔ اور اشعار گا گا کر ان کے اندر ایک ایسی سٹیم بھر رہی تھیں کہ اگر خدا تعالیٰ کی تائید اور نُصرت مسلمانوں کے شامل نہ ہوتی تو اس معمولی سی تعداد والے لشکر کو تباہ و برباد کرنا ان کے لئے ایک معمولی سی بات تھی۔ مندرجہ ذیل اشعار ہے۔ جو جنگ اُحد میں ہندہ پڑھ رہی تھی اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کفّار کو برانگیختہ کررہی تھی معلوم ہوسکتا ہے کہ کس طرح پر کفار کا بچّہ بچّہ۔ اور ان کا ہر ایک فرد خواہ مرد تھا یا عورت اسلام اور بانیٔ اسلام اور پرستاران اسلام کو مٹانے کے لئے تُلا ہُوا تھا:۔

نحن نبات طارق ÷ نمشی علی النمارق

مَشیَ القطا البوٰرق ÷ المِسْکُ فی المفارق

والدُرّ فی الخانق ÷ ان تقبلوا نعانق

168

اؤ تدبروا نفارق

ان اشعار میں اہل عرب کی طبیعت اور ان کے مذاق کو مدّ نظر رکھتے ہوئے انہیں اُکسایا ہے۔ کہ اگر تم ہم جیسی خوبصورت عورتوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو اس کی ایک ہی صورت ہے کہ آگے بڑھو اور سختی سے حملہ کرو ورنہ یاد رکھو کہ تمہارا ہمارے ساتھ کوئی تعلّق نہ ہوگا۔ پیٹھ دکھائی اور شکست کا مُنہ دیکھنا تو گویا ہماری ذلّت ہے اور یہ برداشت نہیں کیا جاسکتا کہ تم جیسے ذلیل آدمیوں کے ساتھ ہمارے جیسی عظیم الشان اور حُسن کی دیویاں تمھارے ساتھ زندگی بسر کرسکیں ÷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عورتوں کے اس خطرناک اشتعال کا ہی نتیجہ تھا کہ کفّار نے مسلمانوں پر نہایت سنگدلانہ حملہ کیا۔ اور جو مسلمان قابو آیا اُسے ظالمانہ طور پر ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اور جور و ستم کا یہاں تک مظاہرہ کیا کہ مسلمانوں کی نعشوں کو نہایت بے دردی سے بے عزّت کرنے کی کوشش کی اور کئی ایک کا مثلہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی کے ساتھ حملہ کیا اور آپؐ پر تیر پر تیر برسا کر آپؐ کو زخمی اور لہو لہان کر دیا سنگباری نے آپؐ کو مجروح کر ڈالا حتّٰی کہ آپؐ کی پیشانی مبارک زخمی اور دانت مبارک شہید ہو گئے۔ اس انتہائی ظلم اور سنگدلانہ جور و ستم کے وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رویّہ دکھایا ہے اُسے معلوم کر کے انسان حیران اور انگشت بدنداں ہو جاتا ہے کہ ایک طرف تو جان تک لینے سے دریغ نہیں۔ مسلمانوں کے کلیجوں کو نکال کر چبایا جا رہا ہے ان کی نعشوں کا مثلہ کیا جا رہا ہے۔ پھر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت مجروح کیا گیا ہے۔ مگر آپؐ ہیں کہ کفّار ہاں سنگدل ظالموں کے حق میں دُعا خیر کر رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حضور ان کی بہتری و صلاحیت کی درخواست پیش کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں:۔

اللّٰھمّ اغفر لقومی فانھم لا یعلمون

سبحان اللہ کیا عجیب نمونہ ہے صبر کا، اور کیسا دلکش نظارہ ہے تحمّل و بردباری کا۔ ایسی مصیبت کے وقت بھی آپؐ ان لوگوں کی تباہی و بربادی کے لئے دُعا نہیں کرتے۔ بلکہ ہدایت ہی چاہتے ہیں ؎

پھر اس جنگ میں حضورؐ نے صبر و استقلال کا ایک اور رنگ میں بھی مظاہرہ کیا ہے اور وہ اسوقت جبکہ مسلمان اپنی غلطی کی وجہ سے پہاڑی کو چھوڑ بیٹھے اور کفّار نے اُس پہاڑی کو خالی دیکھ کر عقب سے مسلمانوں پر سختی سے حملہ کیا جسے مسلمان برداشت نہ کر سکے اور تتّر بتّر ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے اور کفّار ہاں وہ کفّار جو آپؐ کے خون کے پیاسے اور جان کے دُشمن تھے اُن کے نرغہ میں آپؐ آجاتے ہیں مگر کیا مجال کہ ایسے سخت مشکل کے وقت میں بھی آپؐ نے اضطراب و گھبراہٹ کا اظہار کیا ہو۔ بلکہ نہایت استقامت کے ساتھ مقابل پر ڈٹے ہوئے اور کفّار کے اس خطرناک حملے کے باوجود آپؐ میں ذرّہ برابر بھی بے چینی کے آثار پیدا نہیں ہوتے۔ اور ایسے سخت مظالم اور مشکلات کی موجودگی میں ایسی استقامت کا دکھانا یہی صبر ہے اور پھر لطف یہ کہ ان تمام سختیوں کو دیکھتے ہوئے اپنے اصل مقصد یعنی تبلیغ توحید سے غافل نہیں ہیں۔ چنانچہ آپؐ کا یہی اعلیٰ درجہ کا صبر اور لامثال تحمل ہی تھا جس نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سروليم ميور جیسے دشمن اسلام شخص کو بھی یہ لکھنے پر مجبور کر دیا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبتوں کو جس صبر اور عالی ہمتی اور جرأت سے برداشت کیا وہ بے نظیر اور قابل تعریف ہے۔ (لائف آف محمدؐ جلد ۲)

اور پھر یہی وہ صبر تھا جس نے دشمنوں کو آخر کار پسپا کیا اور انجام کار مسلمانوں کو فتح و ظفر نصیب ہوئی +

صبر کا ساتواں نظّارہ

ان پے در پے ناکامیوں سے کفّار نے کوئی سبق نہ حاصل کیا بلکہ شرارتوں میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ چنانچہ متعدد واقعات تاریخ اسلام میں اس قسم کے ملتے ہیں جن سے ان کی شرارتوں کا علم ہوتا ہے چنانچہ مکّہ کے لوگوں کے علاوہ اِرد گرد کے قبائل اور مقامات کے لوگوں نے بھی کفّار مکّہ کے رویّہ کو اختیار کر لیا اور وہ بھی مسلمانوں کے قتل کے در پے ہو گئے۔ چنانچہ نجد نے مسلمانوں کے چالیسؓ علماء کو مدینہ سے بلا کر انہیں راستہ میں ہی قتل کر دیا۔ ادھر مکّہ میں کفّار الگ شرارتیں کر رہے تھے اور یہود مدینہ اور منافقین مدینہ بھی اپنی شرارتوں اور غدّاریوں میں بڑھتے چلے جا رہے تھے اور معاہدوں کو توڑتے چلے جاتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف کفّار کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبے باندھتے رہتے تھے۔ جنگ خندق انہی شرارتوں کا نتیجہ تھی جس میں آخر کار ابوسفیان ناکامی و نامرادی کے ساتھ واپس ہوا اور مکّہ میں جو چند ایک مسلمان تھے انہیں ہر قسم کی تکلیف اور مشکل میں مبتلا کر دیا۔ حتیٰ کہ صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آتا ہے۔ اور کفّار مکّہ کے ساتھ حدیبیہ مقام پر ایک معاہدہ طے پاتا ہے۔ ابھی یہ معاہدہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ مکّہ سے ایک مسلمان جس کے جسم کے ذرّہ ذرّہ سے ظلم کی داستانیں سُنائی دیتی تھیں۔ اور سر سے پاؤں تک جس کا سارا جسم رنج و ستم کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ آپؐ کے پاس پہنچا۔ یہ بیچارا ابوجندل تھا۔ جو کہ بیڑیوں میں مقیّد تھا صحابہؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نظّارہ کو دیکھ کر کمال ضبط اور صبر سے کام لیا اور خاموش رہے کہ اتنے میں سہیل جو کفّار کی طرف سے معاہدہ میں شامل تھا بولا کہ از رُوئے معاہدہ اسے آپؐ اپنے ساتھ مدینہ نہیں لیجا سکتے بلکہ مکّہ واپس کر دیں۔ صحابہؓ اس بات کو سُن کر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہے ہیں۔ اور حضورؐ کی موجودگی کی وجہ سے اپنے مونہوں پر مُہر سکوت لگائے بیٹھے ہیں۔ اور بولنے کی تاب نہیں رکھتے۔ خود آنحضرتؐ

164

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس طرح پر صیقل کرتا چلا جائیگا اور دوسرا اپنی شرارتوں اور بدعنوانیوں سے آہستہ آہستہ اپنے اپنے جسمانی حُسن کی ناؤ کو ہمیشہ کے لئے غرق کر دیگا۔

اِسی طرح وہ شخص جو اپنی باطنی پیدائش یعنی اخلاق کو عمدگی کے ساتھ ظاہر کرتا ہے یا اپنے اخلاق کا اچھّا مظاہرہ کر کے اپنی سیرت کے اعلیٰ ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہے وہ خوب سیرت کہلائے گا۔ اور اس کے بر عکس جس نے اپنے اخلاق کو بگاڑ لیا ہے یا اپنی حرکات کا مناسب موقعہ پر اظہار نہیں کرتا کبھی بھی اچھی سیرت کا انسان نہیں کہلائے گا بلکہ بُرے اخلاق کا مالک اُس شخص سے بھی زیادہ بُرا ہوگا جو اپنے جسم و صورت کے لحاظ سے اچھا نہ ہو۔ کیونکہ بُرے اخلاق کا آدمی تو بالکل اُس کُتّے کی طرح ہوتا ہے جو نہ گھر کا ہو اور نہ گھاٹ کا۔ ایسا انسان سوسائٹی اور مجلس کے لئے ننگ ہوتا ہے اور قوم و برادری کے لئے باعث عار۔

تو جہاں کامل انسان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جسمانی اور ظاہری حُسن کا دیوتا ہو۔ وہاں اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی سیرت و اخلاق یعنی باطنی حُسن میں بھی بے نظیر اور بے مثال ہو۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے یا بالفاظ دیگر جُوں جُوں انسان کے ظاہری اعضاء اور اُس کی ظاہر قوّتیں مناسب و موزون سانچوں میں ڈھلتی چلی جائینگی تُوں تُوں اُس کی باطنی قوّتیں یعنی اخلاق بھی مناسب اور موزون مواقع پر ظاہر ہوتے رہینگے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم بلحاظ اپنی ظاہری پیدائش کے بھی ایک خاص امتیاز رکھتے تھے۔ آپؐ نے بچپن سے ہی اپنے اعضاء و جوارح کو ایسے عمدہ طور پر استعمال کیا کہ خاص رنگ کی ترقی اور نشو و نما آپؐ کے اعضاء کو حاصل ہوئی۔ اور آپؐ کی ظاہری پیدائش کی تکمیل کا باطنی پیدائش پر ایک گہرا اثر پڑا کہ جس کے نتیجہ میں آپؐ نے ایسے عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ دنیا میں کیا کہ کسی بھی انسانی طبقہ میں اس کی نظیر دکھائی نہیں دیتی اور اس پہلو میں آپؐ کی مبارک و مقدّس ہستی بالکل لاامثال دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ اس بات کا ثبوت آئندہ کی سطور سے بخوبی ملے گا۔ کہ کس طرح آپؐ نے اعلیٰ اخلاق کی تمام منازل کو طے کر کے خدا تعالیٰ کے قرب کا وہ مقام حاصل کیا جو نہ کسی کو اس وقت تک حاصل ہوا اور نہ ہی آئندہ حاصل ہو سکے گا۔

آپؐ کے پاکیزہ اخلاق کی تشریح آپؐ تریسٹھ برس کی زندگی ہے۔ اس لئے یہ تو ناممکن ہے کہ اس مختصر سے مضمون میں آپؐ کے پاکیزہ اخلاق پر بحیثیت مجموعی روشنی ڈالی جائے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دیکھ رہے ہیں کہ ابو جندل کو اب واپس کرنا گویا جان بوجھ کر اُسے مظالم کا نشانہ بنانا ہے اور اپنے ہاتھوں موت کے منہ دینے کا مترادف ہے۔ ابو جندل کی شکل وصورت کو دیکھ کر آپؐ اور صحابہؓ کے تمام گذشتہ مظالم کے زخم ہرے ہو جاتے ہیں اور تمام سابقہ مشکلات ومصائب جو کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں کو پہنچائی گئیں وہ آنکھوں کے سامنے سے فلم کی طرح گذرنی شروع ہو جاتی ہیں اور قریب ہے کہ دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ جائے اور مظالم کرنیوالوں کی اُسی جگہ مرمت کر دی جائے اور ان سب کو تہ تیغ کر کے سابقہ مشکلات کا ایک حقیر سا بدلا لیکر ابو جندل کو ساتھ ہی مدینہ لے جایا جائے۔ مگر کمال ہے آپؐ کا صبر کہ ان تمام واقعات وحالات کو دیکھتے ہوئے خاموش رہتے ہیں اور انہیں برداشت کر جاتے ہیں اور ابو جندل کو ارشاد فرماتے ہیں :۔

"صبر کرو اب ہم نے معاہدہ کر لیا ہے اس کو ہم توڑ نہیں سکتے"

اور اُسے پھر مکہ واپس کر دیتے ہیں۔ اور مبارک ہے ابو جندل جو وہ بھی کمال صبر کا نمونہ دکھاتا ہے۔ اور حضورؐ کے حکم کو سُنکر مکہ واپس ہو جاتا ہے اور مظالم ومصائب کو جھیلنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس وہ عظیم الشان ہستی جس نے ایسے اعلیٰ درجہ کے صابر پیدا کر دیئے۔ وہ خود کتنا بڑا صابر ہوگا ؟

صبر کا آٹھواں نظارہ

صلح حدیبیہ کی رُو سے اگرچہ دس سال کا معاہدہ تھا مگر وہ لوگ جن کی سرشت میں شرارت وبدعہدی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو وہ کب معاہدہ کو پابندی کے ساتھ پورا کر سکتے تھے آخر کار انہوں نے اس معاہدہ کو جلد ہی توڑ دیا اور ایسے حالات وواقعات مسلمانوں کے لئے پیدا کر دیئے کہ مجبوراً انہیں بھی اس معاہدہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے۔ ان کی شرارتوں کے انسداد کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار صحابہؓ کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور خدا تعالیٰ کا نام بلند کرتے ہوئے جا مکہ میں داخل ہوئے۔ میں اسوقت درمیانی واقعات کو نظر انداز کر رہا ہوں کیونکہ وہ اس وقت اصل مقصود نہیں۔ مکہ میں داخل ہونے کے ساتھ ہی علم اسلام لہرایا جاتا ہے اور اللہ اکبر کی تکبیروں سے فضائے مکہ کو شرک کی آلائشوں سے پاک کر دیا جاتا ہے۔ اور آپؐ کے سامنے نہایت ذلت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ورُسوائی کے ساتھ دشمنانِ اسلام حاضر ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف مسلمان کا ہجوم ہے جو اس بات کے لئے منتظر ہے کہ کب حکم ہو تو ان سب سنگدل ظالموں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ ان کے بچوّں کو یتیم اور ان کی بیویوں کو بیوہ کر دیا جائے۔ مگر نہیں صبر کا مجسمہ اسوقت بھی جبکہ اُسے ہر طرح کی قُوّت و قدرت حاصل ہو چکی ہے۔ اور تمام کے تمام کُفّار مکہ حضورؐ کے رحم پر ہیں۔ آپؐ اپنے ایک ادنیٰ سے اشارہ سے ان کی زندگیوں کا بآسانی خاتمہ کر سکتے ہیں باوجود اس کے تمام گذشتہ مشکلات و مصائب کو بھُول جاتے ہیں اور انہیں برداشت کر کے اُن ظالموں۔ سفاکوں اور سنگدلوں کو جنہوں نے مسلمانوں کو ہر ایک قسم کی مصیبت میں مبتلا کیا۔ جنہوں نے مسلمان بچوّں کو یتیم اور اُن کی عورتوں کو بیوہ کر دیا۔ جنہوں نے مسلمانوں کے اموال و املاک غصب کر لئے۔ جنہوں نے مسلمانوں کو اپنے گھروں میں ایک دم بھی آرام کا نہ لینے دیا جنہوں نے مسلمانوں کو وطن سے بے وطن کر دیا۔ اور ان کی عزتوں کو خاک میں ملانے کی کوشش کی تھی اُن سب کو

لا تثریب علیکم الیوم

کہ جاؤ تم سے آج کے دن نرمی کا سلوک کیا جائے گا اور کسی قِسم کی سختی نہ کی جائیگی کہکر معاف کر دیا جاتا ہے۔ اور انہیں ادنیٰ بھر گزند بھی نہیں پُہنچائی جاتی۔ اور اُن کے ساتھ محسن سلوک کیا جاتا ہے ؎

جبکہ آپؐ بیکسی اور کس مپرسی کی حالت میں تھے تو آپؐ کے متعلق کہا جا سکتا تھا کہ آپؐ کی طاقت ہی کچھ نہیں تو صبر کے معنے کیا ہوئے گو یہ خیال جیسا کہ مَیں اوپر واضح کر چکا ہوں درست نہیں مگر اب اس حالت میں جبکہ فاتح کی حیثیت میں داخل ہوئے ہیں دشمن قیدیوں کی شکل میں آپؐ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ اور دشمن بھی وہ جنہوں نے اپنا پورا زور لگایا کہ اسلام اور اسلامیوں کو مٹا دیا جائے۔ اور انہیں زندگی سے محروم کر دیا جائے۔ ایسے ظالم دشمنوں کو اگر آپؐ چاہتے تو ہر ایک طرح کی سزا نہ صرف یہ کہ دے سکتے تھے بلکہ یہ سزا جائز ہوتی اور اس سزا دیئے جانے پر کوئی اعتراض نہ کر سکتا۔ مگر آپؐ ہیں کہ اسوقت بھی اپنے جذبات کو کنٹرول میں رکھتے ہیں اور مکہ کی فتح کوئی ایسا رنگ آپؐ میں پیدا نہیں کرتی جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ آپؐ فتح کے جوش سے بے اختیار ہو کر گذشتہ مظالم کے بدلہ لینے کے لئے تیار تک بھی معلوم ہوئے ہوں۔ بلکہ اپنے ماننے والوں کے لئے اس موقعہ پر بھی اعلیٰ درجہ کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں کہ

167

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر اس قسم کی فتوحات بھی حاصل ہو جائیں اور طاقت و قوّت بھی مل جائے تو بھی صبر کا نمونہ دکھانا چاہیئے اور گذشتہ مظالم و مشکلات کو برداشت کرتے ہوئے تختۂ دل سے اُن کی یاد کو محو کر دینا چاہیئے اور حُسنِ سلوک کرکے دشمنوں کو رام کرنا چاہیئے اور تحمّل و بُردباری سے عدوّ مبین کے دل پر قبضہ کرنا چاہیئے ؞

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہیں تک ہی نہیں کہ دشمنوں کے مظالم کو برداشت کیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا بلکہ اپنے اصل مقصد کو ان کامیابیوں کے بعد بھی نظرانداز نہیں کیا اور اُسے استقلال و ہمّت کے ساتھ پورا کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ پس یہ صبر و استقلال جس کا نظارہ آپؐ کی زندگی میں نہایت نمایاں طور پر ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ بے شمار برکتیں نازل ہوں اس پیارے و مقدّس نبی، اور عظیم الشان صابر پر جس نے تنگی و ترقی۔ تنگدستی و خوشحالی غرضیکہ ہر حال میں صبر ہی کیا۔ اور صبر ہی دکھایا ؞

صبر کا نواںؔ نظارہ

مدینہ کے یہودی بھی اندرونی سازشوں کے لحاظ سے کُفّارِ مکّہ سے کوئی کم دشمن نہ تھے۔ صرف اتنا ہی فرق تھا کہ مکّے کے دشمن علانیہ اپنی دشمنی کا مظاہرہ کرتے تھے اور معلوم ہو جاتا تھا کہ اس قسم کی شرارتیں کر رہے ہیں اور ہر ایک مسلمانوں میں سے جانتا تھا کہ یہ ہمارا دشمن ہے۔ مگر مدینہ کے یہود باتوں سے اپنی موافقت و محبّت کا اظہار کرتے مگر اندرونی طور پر وہ اس قسم کے منصوبے باندھتے رہتے جس سے مسلمانوں کو نقصان پُہنچے۔ اور اس لحاظ سے ان کی دشمنی مکّہ والوں کی دشمنی سے بھی زیادہ خطرناک تھی۔ اور مدینہ میں اسلامی حکومت کے ہونے کی وجہ سے ظاہرا طور پر انہیں شرارت کرنے کی کم جرأت ہوتی تھی۔ چنانچہ انہی سازشوں میں سے ایک سازش ایک یہودی عورت کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی اور وہ اس طرح کہ کسی ایک موقعہ پر آپؐ کو ایک یہودی عورت نے دعوت دی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپؐ کے ساتھ ایک صحابی بھی تھے۔ جب اُس کے مکان پر پُہنچکر کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو آپؐ نے ابھی لُقمہ لیا ہی تھا کہ لُقمہ کو چھوڑ دیا اور اُسے اپنے مُنہ میں نہ ڈالا۔ آپؐ کے ساتھ کے صحابی نے چند لُقمے کھا لئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسی وقت واپس چلے آئے۔ اور بتایا کہ اس کھانے میں زہر تھا۔ چنانچہ تحقیقات کرنے پر معلوم ہُوا کہ واقعہ میں کھانا زہر آلود تھا۔ اور اُس یہودی عورت نے بھی اپنے جُرم کا اقبال کر لیا ؞

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غور کرنے کا مقام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجودہ حالات کے لحاظ سے بے کسی یا کس مپرسی کی حالت میں نہیں ہیں بلکہ نعم اربعہ کے شہنشاہ قرار دیئے جاچکے ہیں۔ دنیاوی جاہ و حشم بھی حاصل ہے ہر طرح کی حکومت و طاقت بھی میسّر ہے۔ باوجود اس کے کہ اُس عورت کا جرم صرف اسی حد تک ہی نہیں کہ ایک انسان کی جان لینے کی اُس نے کوشش کی ہے۔ بلکہ جرم کی نوعیّت اس لحاظ سے اور بھی خطرناک ہو جاتی ہے جب یہ دیکھا جائے کہ جس انسان کے ہلاک کرنے کی خاطر یہ سازش کی گئی وہ دنیاوی اور سیاسی لحاظ سے بادشاہ نہیں بلکہ شہنشاہ ہے۔ اور روحانی لحاظ سے خاتم النبیینؐ اور شہنشاہ نبوّت ہے۔ ایسے انسان کا قتل محض اس کی ذات کا نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا قتل ہے۔ اور اسلام کو تباہ و برباد کرنیکے مترادف ہے۔ اور حکومت و سلطنت اسلامیہ میں ابتری پیدا کر کے اُسے کمزور کرنے کا منصوبہ ہے۔

پس وہ مجرم جو سلطنت کے تختہ کو اُلٹنا چاہتا ہے سارے مسلمانوں کو اور اسلام کو مٹانے کے درپے ہے کیا وہ اس قابل ہے کہ اس سے درگذر کر دیا جائے اور اس کے متعلق خاموشی سے کام لیا جائے اور اُسے کسی قسم کی سزا نہ دی جائے۔ موجودہ زمانہ کی حکومتوں اور سلطنتوں کے حالات کے لحاظ سے تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ ہرگز نہیں بلکہ فوراً اُسے پھانسی دیدیا جائیگا۔ کیونکہ ارادہ قتل، قتل کے ہی مترادف سمجھا جاتا ہے۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی طاقت و قدرت کی حالت میں خاموش رہتے ہیں۔ اور اسے برداشت کر جاتے ہیں اور اُس یہودی عورت کو کسی قسم کی سزا نہیں دی جاتی۔ اور نہ ہی اس قسم کی ناپاک کوششوں سے آپؐ کے ارادہ آپؐ کے عزم اور آپؐ کے استقلال میں کوئی تزلزل پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ ہمّت سے تبلیغ توحید میں آپؐ مصروف دکھائی دیتے ہیں۔

١٦١

صبر کا دسواں نظّارہ

اِس قسم کا ایک اور واقعہ بھی یہود کے متعلق ہمیں تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہود کی انتہائی کوشش یہ تھی کہ آپؐ کو قتل کر کے اسلامیوں میں ایک قسم کی شورش پیدا کر کے انہیں اصل مقصد سے غافل کر دیا جائے۔ اور ہر ایسے موقعہ کی تاک میں رہتے تھے جس میں وہ اپنے ننگ انسانیت منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملہ کی تحقیق کے لئے یہودیوں کی آبادی کی طرف تشریف لے گئے۔ اور بعض سرکردہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہود سے بعض باتیں دریافت فرمائیں۔ یہود نے دیکھا کہ اب وقت ہے کہ اپنا کام کیا جائے آپ سے عاجزانہ طور پر عرض کی آپؐ تشریف رکھیں اور ہم ابھی اصل معاملہ کے متعلق آپؐ کو اطلاع دیتے ہیں۔ چنانچہ حضورؐ ایک مکان کی دیوار کے ساتھ ہو کر بیٹھ گئے۔ آپؐ کے ساتھ بعض صحابیؓ بھی تھے۔ اتنے میں بدبخت یہود نے یہ کیا کہ اُن میں سے ایک آدمی اُس مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ تا آپؐ پر بہت بڑا پتھر پھینک کر آپؐ کو ہلاک کردے۔ قریب تھا کہ وہ بدبخت وظالم یہودی آپؐ پر پتھر پھینک دیتا کہ آپؐ کو غیبی طور پر اطلاع دی گئی اور فوراً وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور واپس تشریف لے آئے ؛

یہ معاملہ کوئی ایسا معاملہ نہ تھا جس میں کسی قسم کا اشتباہ ہوتا۔ تا شبہ کا فائدہ ملزم کو دیا جاتا۔ یہ ایک ثابت شدہ جُرم تھا اور وہ یہودی یقینی طور پر مُجرم تھا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل اختیارات حاصل تھے۔ ہر طرح کی سزا دے سکتے تھے۔ بایں ہمہ تاریخ اس بات کے بتانے سے عاجز اور قاصر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو کسی قسم کی سزا دی ہو۔ تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ آپؐ نے نہایت صبر کے ساتھ اس وقت کو گذارا اور اس واقعہ کو برداشت کر گئے۔ اور تحمّل و بردباری سے کام لیتے ہوئے واپس تشریف لے آئے ؛

کیا اب بھی یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ آپؐ کے پاس طاقت نہ تھی۔ آپؐ کمزور تھے اور اس وجہ سے آپؐ نے خاموشی اختیار کی ورنہ کہاں ممکن تھا ؟

کیا یہ واقعہ آپؐ کے زور و طاقت کے زمانہ میں نہیں ہُوا ؟ کیا اس سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ جس وقت یہود نے یہ شرارت کی اُس وقت آپؐ شہنشاہ تھے ؟ اور کیا آپؐ تختِ سلطنت پر متمکن نہ تھے ؟ کیا آپؐ کے پاس خدّام اور جاں نثاروں کی کثرت نہ تھی ؟ جب سب کچھ تھا اور ہر ایک طرح کی طاقت بھی میسّر تھی تو اسوقت خاموشی کے معنے سوائے اس کے کیا ہو سکتے ہیں کہ آپؐ صبر جیسے عظیم الشان خُلق کے حامل تھے اور تحمّل و بُردباری جیسی صفاتِ حسنہ سے متّصف تھے ؛

ورنہ یہود کی شرارتیں اس قسم کی نہ تھیں جو کسی کی نظر میں گردن زدنی نہ ہوتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب تک ان لوگوں نے اپنے معاملہ کو رکھا حضورؐ صبر کا ہی مظاہرہ کرتے رہے۔ مگر جب یہود میں سے ایک قبیلہ نے اپنی طرف سے ایک منصف مقرّر کیا اور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا وعدہ لیا کہ جو وہ کریگا آپؐ اس کے مطابق کرینگے تو آخر اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُس منصف نے بھی ان کی شرارتوں اور ان کے مظالم کو دیکھتے ہوئے یہی فیصلہ کیا تھا کہ یہ سب کے سب ہی گردن زدنی ہیں اور انہیں تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کسی ایک موقعہ پر بھی ایسا رویہ اختیار نہیں فرمایا اور نہ کوئی ثابت ہی کر سکتا ہے کہ جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ وہ صبر کے مفہوم کے خلاف تھا۔ آپؐ نے جیسا کہ اوپر کے واقعات سے ثابت ہے اُس وقت بھی جبکہ بالکل اکیلے تھے اور ظلموں کے نشانہ بنے ہوئے تھے اور کوئی آپؐ کا پُرسان حال نہ تھا دشمنوں کی اذیتوں اور ان کی مصائب کو برداشت کیا اور باوجود ایسے سخت مخالفانہ حالات کے ایک لحظہ کے لئے بھی اپنے منصب کو ترک نہیں کیا اور نہ ہی لمحہ بھر کے لئے اپنے فرض یعنی تبلیغ توحید سے ہی غافل ہوئے ؛

اور اسی طرح اُس وقت بھی جبکہ آپ دنیاوی لحاظ سے بااختیار ہو گئے۔ اور حکومت و سلطنت آپؐ سے فخر محسوس کرتی تھی خدمتگاروں کی افراط اور ساز و سامان کی بہتات تھی اور ہر قسم کی قوّت حاصل تھی، آپؐ نے طاقت و قُوّت اور سلطنت و حکومت کے زور میں بھی کبھی دامن صبر کو نہیں چھوڑا بلکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھا ہے۔ آپؐ نے مکّہ کے دشمنوں کی اذیّتوں کو بھی برداشت کیا اور مدینہ کے ظالم یہود کی شرارتوں پر بھی صبر کیا اور کسی کے ساتھ بھی کبھی ایسا رویّہ نہیں اختیار فرمایا جو خلاف صبر ہو ؛

169

خاتمہ سخن

پس وہ کامل انسان جو ظاہری خُلق کے لحاظ سے بھی کامل تھا اور باطنی خُلق میں بھی کامل تھا۔ کیسے ممکن تھا کہ اس کی زندگی میں کوئی ایسا واقعہ ظاہر ہوتا۔ جو اخلاق کے منافی ہوتا یہی وجہ ہے کہ جہاں آپؐ نے ہر ایک خُلق کو عمدگی سے دکھایا وہاں خُلق صبر یعنی دشمنوں کے مظالم و مصائب کو برداشت کرتے ہوئے باوجود مخالفانہ حالات کے اصل مقصد کی تکمیل میں استقلال سے کوشاں رہے اور کبھی ایک منٹ کے لئے بھی اپنے اعمال و افعال اور اقوال و عادات سے گھبراہٹ و اضطراب کا مظاہرہ نہیں ہونے دیا۔ اور جن مشکلات و مصائب اور اذیّتوں و تکلیفوں کو آپؐ نے برداشت کیا ہے۔ وہ کوئی ادنیٰ درجہ کی مشکلات و مصائب نہیں تھیں بلکہ ایسی خطرناک تھیں کہ جن کے تصوّر اور خیال سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جسم انسانی پر ایک لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ مگر ایسے سنگدلانہ مظالم کے مقابلہ میں بھی آپؐ کا دکھانا یقیناً ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جو اخلاق کی سٹیج پر آپؐ نے دکھایا اور ایک شاندار نظارہ ہے صبر کا جو اس پردۂ دنیا پر آپؐ نے پیش فرمایا ؛

اللّٰھمّ صلّ علیٰ سیّدنا محمّدٍ وعلیٰ اٰل سیّدنا محمّدٍ وبارک وعلیٰ عبدک المسیح الموعود انّک حمیدٌ مجید ؛

والسّلام

خاکسار شیخ مبارک احمد احمدی عفی اللہ مولوی فاضل احمدیہ مسلم مشنری برٹش ایسٹ افریقہ ۔ مقیم نیروبی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کتاب التوحید

بجواب رسالہ

اثبات التثلیث فی التوحید

نمبر ۹

پادری عبدالحق صاحب کی دوسری دلیل کا

جواب

الامر الثالث عشر

خدا کی وحدت اس معنی کی ہے کہ وہ اپنی ذات میں بے مثیل و بے مثنی اور بلا شریک و بے عدیل و بے سہیم ہے۔

الجواب الاوّل

ہمیں پادری صاحب سے پوری طرح اتفاق ہے کہ خدا بے مثیل و بے مثنی بلا عدیل بلا شریک اور بلا سہیم وغیرہ ہے۔ لیکن وہ علاوہ بے مثل ہونے کے واحد بھی ہے اور علاوہ بے عدیل ہونے کے یکتا بھی ہے اور علاوہ بلا شریک ہونے کے ایک اور یگانہ بھی ہے۔ غرض وہ واحد بھی ہے اور بے مثیل بھی ہے۔ اور یہ اُس کے الگ الگ دوؔ وصف ہیں۔ اور ہم اُس کے ان دونو وصفوں کے قائل ہیں۔ اس لئے پادری صاحب کی یہ بات ہی غلط ہے کہ اُس کی وحدت کے معنے اُس کا ایک ہونا نہیں بلکہ اُس کا بے مثیل ہونا ہے کیونکہ یہ الگ الگ مفہوم ہیں اور لغت ان دونو لفظوں کو الگ الگ ٹھیراتی ہے اس لئے واحد کے معنے بے مثل قرار دینے کی ایک معمولی خواندہ آدمی سے بھی توقع نہیں کی جا سکتی کیا جب ہم کہیں کہ اس کمرہ میں ایک شخص ہے تو اُس کے معنے دُنیا کی کسی لُغت میں یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اس کمرہ میں بے مثل شخص ہے؟ ہرگز نہیں۔ یا ایک تاجر کہے کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے اور ایک زمیندار کہے کہ میرے پاس ایک بیل ہے تو کیا ایک گھوڑے اور ایک بیل سے مراد بے مثل و بے شریک و بلا سہیم ہے یا صرف واحد اور

Digitized by Khilafat Library, Rabwah

عدد میں ایک ہونا ہے ؟ پس لغت صاف صاف پکار رہی ہے کہ واحد اور ہے اور بے مثل ہونا اور ہے اس لئے جہاں خدا کے لئے واحد کا لفظ آئے گا وہاں اُس سے مراد ایک ہونا لیا جاویگا جیسا کہ کلام مقدس فرماتا ہے کہ:-

یسوع نے اُسے جواب دیا کہ سب حکموں میں اوّل یہ ہے کہ اے اسرائیل سُن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ (مرقس ۲۹/۱۲)

پس اس آیت میں صریح طور پر خدا کو واحد کہا گیا ہے اور واحد کے معنے ایک ہونا ہے اس لئے ثابت ہُوا کہ وہ ایک ہے دو نہیں واحد ہے کثیر نہیں۔ یکتا ہے دوئی والا نہیں۔ پس وحدت کے معنے ایک ہونے کے ہیں بے مثل ہونے کے نہیں اور جب وحدت کے معنے ایک ہونا ہے تو ثابت ہُوا کہ خدا ایک ہے زیادہ نہیں۔ یکتائی رکھتا ہے کثرت نہیں رکھتا یگانہ ہے دوگانہ یا سہ گانہ نہیں ؁

165

الجواب الثانی

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ یہ جو الہامی کتابوں میں خدا کو واحد کہا گیا ہے اس سے مراد ایک ہونا نہیں بلکہ بے نظیر ہونا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ بے شک خدا بے نظیر ہے اور بے شک واجب تعالیٰ بے مثیل ہے مگر واحد ہونے کا مطلب بے نظیر ہونا نہیں بلکہ واحد سے مراد عدد میں ایک ہونا اور تعداد میں یکتا ہونا ہے کیونکہ لُغت میں واحد سے مراد ایک ہونے کے ہیں بے مثل ہونے کے نہیں لیکن اس دلیل کے علاوہ ہم کلام مقدّس سے ایک واضح دلیل پیش کرتے ہیں چنانچہ توراۃ شریف میں لکھا ہے:-

مَیں خداوند تیرا خدا ہوں جو تجھ کو مصر کی زمین سے اور غلام خانہ سے باہر لایا میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہو۔ (استثنا باب ۵ آیت ۶ و ۷)

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کا ایک ہونا دو ہونے کے مقابلہ میں ہے اور دو یقیناً عدد ہے اس سے معلوم ہُوا کہ واحد سے مراد عددی وحدت ہے اور جب وحدت سے مراد عددی وحدت ہوئی تو پادری صاحب کا دعویٰ جڑ سے اُکھڑ گیا اور ثابت ہُوا کہ خدا عدد کی رُو سے واحد ہے کثیر نہیں ایک ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الجواب الثالث

اگر ہم پادری صاحب سے پوچھیں کہ جہاں جہاں انجیل اور توراۃ میں خدا کو واحد اور ایک لکھا ہے وہاں تو آپ نے عددی وحدت مراد نہ لی بلکہ واحد ہونے سے بے نظیر اور بے مثیل ہونا لیا ہے۔ مگر یہ تو فرمائیگا کہ باپ، بیٹا اور روح القدس کی وحدت بھی بے نظیر ہونے کے معنوں میں ہے یا وہاں وحدت سے مراد واقعہ میں ایک ایک ہونا ہی ہے تو پادری صاحب فرماویں گے اور لامحالہ فرمانا پڑیگا اور ایسا فرمانے کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ باپ کی وحدت بیٹے کی وحدت اور روح القدس کی وحدت سے مراد واقعہ میں وحدت عددی ہے کیونکہ صاف لکھا ہے کہ:۔

پس ایک باپ ہے نہ تین باپ، ایک بیٹا ہے نہ تین بیٹے،
ایک روح القدس ہے نہ تین روح القدس۔
(دیکھو عیسائیوں کا جامعہ عقیدہ دُعاءِ عمیم صـ۲۴)

اس حوالہ نے تمام جھگڑوں کا خاتمہ کر دیا اور صراحت و وضاحت سے بتا دیا کہ ایک ہونے سے مراد بے مثل ہونا نہیں بلکہ ایک سے مراد تعداد میں ایک ہونا ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں ایک کا لفظ تین کے مقابلہ میں آیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

ایک باپ ہے نہ تین باپ

اب تین کا لفظ یقیناً عدد ہے پس ایک بھی عدد ہُوا اور معلوم ہُوا کہ یہاں یہ وحدت سے عددی وحدت مراد ہے اور ایک سے تعداد میں ایک ہونا مقصود ہے پس کیا یہ عجیب امر نہیں اور کیا یہ حیرت انگیز منطق نہیں کہ ایک باپ ایک بیٹا اور ایک روح القدس سے مراد اُن کا ایک ایک ہونا اور تعداد میں واحد اور عدد میں یکتا ہونا ہو مگر جب خدا کو ایک کہا جائے تو جھٹ پادری عبدالحق صاحب بول اُٹھیں کہ نہیں نہیں اس سے مراد ایک ہونا نہیں بلکہ اس سے مراد خدا کا بے نظیر و بے مثیل و بے سہیم و بے عدیل ہونا ہے۔ ایں چہ بوالعجبی است

جناب پادری صاحب! اگر کلام مقدس میں باپ کو ایک کہا گیا ہے اور اس سے مراد عدد میں ایک ہونا ہے تو یقیناً خدا بھی انہیں معنوں میں ایک ہے لیکن اگر خدا کا ایک ہونا عدد کی رو سے نہیں تو پھر باپ بھی عدد میں ایک نہیں نیز بیٹا بھی تعداد میں ایک نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح روح القدس بھی گنتی میں ایک نہیں بلکہ اس سے زیادہ ہیں اور اس طرح نہ صرف خدا کی توحید باطل ہوتی ہے بلکہ اقانیم مقدسہ کی تثلیث بھی جڑھ سے اُکھڑ جاتی ہے ٭

الجواب الرابع

پادری صاحب فرماتے ہیں کہ خدا کی وحدت اُس کا ایک ہونا نہیں بلکہ اُس کا بے نظیر ہونا ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ جناب اگر خدا ایک نہ ہو تو وہ بے نظیر بھی نہیں ہو سکتا لیکن اگر وہ ایک ہو تو لازماً وہ بے نظیر بھی ہوگا کیونکہ جب ہم نے خدا کو ایک سمجھا اور دوسرا کوئی خدا فرض نہ کیا تو وہ دوسرا کون ہوگا جو اُس کا مثیل اور نظیر ہو سکیگا۔ پس جب خدا کو ایک سمجھ گے تو لازماً اُسے بے مثل بھی سمجھ گے کیونکہ مثیل تو خدا کا تب ہو جب کوئی دوسرا خدا ہو پس جب ہم نے یہ اعتقاد رکھا کہ وہ صرف ایک ہے اور دوسرا کوئی خدا نہیں تو یقیناً ہم نے اُسے بے نظیر بھی سمجھا اس لئے خدا کو ایک ہی سمجھنا چاہیئے تبھی وہ بے نظیر و بے مثیل بھی ہوگا لیکن برخلاف اس کے اگر ہم خدا کو ایک نہ سمجھیں گے اور واحد قرار نہ دیں گے تو بہت ممکن ہے کہ وہ بے نظیر نہ ہو کیونکہ جب وہ ایک نہ رہا اور کسی اور وجود نے اُس کی وحدت توڑ دی بہت ممکن ہے کہ وہ وجود جس نے اُسے واحد نہ رہنے دیا تھا وہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے اُس کا مثیل ہو کر اُسے بے نظیر بھی نہ رہنے دے کیونکہ جب خدا میں وحدت عددی نہیں اور وہ ایک اور صرف ایک نہیں تو جس وجود سے اُس کی وحدت مبدّل بہ کثرت ہوئی تھی اُسی کی وجہ سے بہت ممکن ہے کہ اُس کی بے نظیری بھی نہ رہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم خدا کو بے نظیر و بے مثیل ثابت کرنے کے لئے اُسے واحد اور ایک بھی سمجھیں کیونکہ جو ایک ہے وہ یقیناً بے مثل بھی ہے۔ لیکن جو ایک نہیں بہت ممکن ہے کہ وہ بے مثل ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بے مثل نہ ہو اس سے ثابت ہوا کہ خدا کا بے نظیر و بے مثیل ہونا اُس کے واحد ہونے اور ایک ہونے پر موقوف ہے پس یہ غلط ٹھیرا کہ اُس کی وحدت بمعنی بے نظیری ہے بلکہ یہی صحیح اور درست اور عقل کے موافق اور کلام مقدس کے مطابق ہے کہ خدا کو واحد بمعنی ایک بمعنی واحد سمجھیں اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصد ہے ٭

166

الجواب الخامس

پادری صاحب کا یہ فرمانا کہ خدا کی وحدت عددی نہیں بلکہ اُس کی وحدت سے مراد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہاں ایک خُلق یعنی صبر کے متعلق آپؐ کی کتاب حیات میں سے اختصار کے ساتھ کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے صبر کا مفہوم اور اس کا مطلب معلوم کیا جائے ؞

صبر عربی زبان کا ایک لفظ ہے۔ اور عربی زبان میں یہ شجاعت و بہادری کے علاوہ استقلال و استقامت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اُس وقت بھی اس کا استعمال کیا جاتا ہے جبکہ مصائب و مظالم کو خاموشی کے ساتھ برداشت کیا جائے اور کسی قسم کے شکوہ یا گھبراہٹ و اضطراب کا اظہار کسی طرح سے نہ ہونے پائے۔ اور مخالفانہ حالات اور تکالیف و مشکلات کے باوجود انسان اپنے مقصود سے غافل نہ ہو جائے بلکہ ان حالات میں بھی استقلال و استقامت اور شجاعت و بہادری کے ساتھ اپنے اصل مقصود کے حصول کے لئے کوشاں رہے اور اپنے نفس کو اِدھر اُدھر کے خیالات سے روک کر اصل مقصود کی طرف متوجہ رکھے۔

زبان اُردو میں بھی لفظ صبر کے استعمال سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن معنوں میں یہ عربی زبان میں مستعمل ہے انہی معنوں میں اُردو میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے ؞

اِس، لفظ صبر کی، مختصر تشریح سے یہ معلوم ہو گیا کہ صبر ایک اعلیٰ درجہ کا خلق اور ایک بہترین خوبی ہے۔ اور جوں جوں کسی پر مشکلات و مصائب آئیں اور وہ مظالم کا نشانہ بنایا جائے اتنا ہی اس کے پیمانۂ صبر کا علم، اور اس کی اِس خوبی کا اندازہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس تشریح سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ خلقِ صبر کے اظہار کا ایک خاص وقت ہوتا ہے اگر اُس وقت اس کا اظہار نہ کیا جائے تو پھر یہ خُلق نہیں رہیگا اور نہ ہی ہم اسے صبر کہہ سکینگے۔ کیونکہ اخلاق کی تو بنیاد ہی یہ ہے کہ انسان کی باطنی قوتیں مناسب موقعہ و محل پر ظاہر ہوں اور خاص اوقات میں اُن کا استعمال ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص جرأت دکھانے کے وقت جرأت کا مظاہرہ نہیں کرتا تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ جری ہے یا اگر سخاوت کے وقت سخاوت نہیں کرتا تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ سخی ہے، یا اگر عین وقت پر کوئی شخص رواداری نہیں کرتا تو یقیناً ایسا شخص روادار نہیں ہے۔ اور ایسے موقع یا محل پر جبکہ جرأت۔ سخاوت اور رواداری کرنے کی ضرورت نہیں لیکن وہ ان عادات اور قوتوں کا مظاہرہ شروع کر دیتا ہے تو یہ اس کی ایک لغو اور فضول حرکت ہو گی۔ اور ایسے شخص کی مثال بالکل اُس شخص کی طرح ہو گی جو یہ کوشش کرے کہ مچھلی پانی کے باہر رہ کر بھی زندہ رہ جائے۔ یا اُسے پانی کے بغیر بھی وہ راحت مل جائے جو اُسے پانی میں حاصل ہوتی ہے ؞

ایسے ہی صبر یعنی برداشت اور استقلال و استقامت کا اظہار بھی خاص مواقع اور

157

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُس کا بے نظیر ہونا ہے خود عیسائیوں کے عقیدہ کے بالکل خلاف اور منافی ہے کیونکہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے :-

توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید

اب اس فقرہ میں توحید کے معنے یقیناً ایک ہونے کے ہیں اور ایک بھی۔ عددی ایک۔ کیونکہ توحید کا لفظ تثلیث کے مقابلہ میں آیا ہے اور تثلیث یقیناً ایک عدد ہے اور یہ پادری صاحب کو بھی مسلّم ہے پس جب تثلیث کے معنے تین ہونے کے ہیں تو لازماً توحید کے معنے ایک ہونے کے ہوئے نہ کہ بے نظیر ہونے کے اور جب توحید کے معنے ایک ہونے کے ہوئے تو معلوم ہُوا کہ خدا کی وحدت عددی ہوئی اور یہی ثابت کرنا ہمارا مقصود ہے اور اس امر کا ایک اور طرح بھی ثبوت دیا جاسکتا ہے کہ ہم ہر دو فریق

توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید

کے معنے کریں کیونکہ لفظی معنے کرنے سے فوراً پتہ لگ جائیگا کہ وحدت سے مراد ایک ہونا ہے یا بے نظیر ہونا سو پہلے ہم معنے کرتے ہیں سُنو!

توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے معنے ہیں ایک میں تین اور تین میں ایک

ناظرین! ہمارے یہ معنے درست ہیں کیونکہ عیسائی بھی یہی معنے کرتے ہیں اور اُن کا مذہب بھی تبھی درست رہ سکتا ہے کہ خدا ذات میں ایک اور اقانیم کی رُو سے تین ہو۔ اب ان معنوں کے درست ہونے کا یہ مطلب ہے کہ توحید اور وحدت سے مراد واقعہ میں ایک ہونا ہے نہ کہ بے نظیر ہونا اب پادری عبدالحق صاحب کے معنے لو وہ چونکہ فرماتے ہیں کہ وحدت کے معنے بے نظیر ہونا ہے اس لئے توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے لفظی معنے یُوں بنے

بے نظیری میں تین اور تین میں بے نظیری

عیسائیو! یہ معنے سُنو اور بتاؤ کہ کیا یہ معنے درست ہیں؟ یقیناً تم خود بول اُٹھو گے کہ یہ معنے درست نہیں اور یہ فقرہ بالکل مہمل ہے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ وحدت اور توحید کے معنے خدا کا بے نظیر ہونا نہیں بلکہ اُس کا ایک ہونا ہے ورنہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کا فقرہ سب بے معنی بے مطلب اور مہمل ٹھیرے گا ؎

(والبقیۃ تأتی)

احباب ریویو اُردو کی توسیع اشاعت کی طرف توجّہ فرمائیں ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نشاناتِ آخرت

آخرت کے نشانات پورے ہو چکے ہیں اور تمام مذاہب کی کتابیں بتا رہی ہیں کہ مسیحؑ۔ آخری مصلح موعودِ کُل ادیان کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔ مندرجہ ذیل اقتباس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ بائیبل کا علم رکھنے والے بھی اسی نتیجہ تک پُہنچے ہیں۔ کہ آخرت کا یہی زمانہ ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ مسیحؑ کا ظہور بھی ہو چکا۔ جو اس دَورِ فتن کا واحد مصلح اور ہادیٔ اقوام ہے ۔ (ایڈیٹر)

(۱) زلازل بھی ایک بڑا نشان ہے۔ مسیحؑ نے اپنی آمد کے بارے میں شاگردوں سے یوں کہا:-

"اور جگہ جگہ بھونچال آئینگے" (لوقا $\frac{۲۱}{۱۱}$)

ایک مسیحی مسٹر نوبل جو بہت بڑا سائنسدان ہے ذکر کرتا ہے کہ ۱۹۱۵ء تک تمام اہلِ جہان نے زلزلوں کے تین ہزار صدمے محسوس کیئے اور یہ وہ بات ہے جس سے تواریخ عالم کے صفحات اُسوقت تک بے خبر ہیں۔ گذرے پانچ برسوں کے عرصہ میں دُنیا کی ہر قوم نے زلزلوں کے صدمے محسوس کیئے ہیں۔ پروفیسر مِلن بیان کرتا ہے کہ زلزلے ان تمام زمانوں میں بتدریج زیادہ جلدی میں واقع ہونے لگے۔ اور ان سے تخمیناً ا کروڑ چالیس لاکھ جانیں تلف ہو گئی ہیں ۔

165

مارٹینک کے ۱۹۰۲ء۔ سان فرانسسکو کے ۱۹۰۶ء اور اٹلی کے ۱۹۱۴ء کے سب تباہ کن زلزلوں کے علاوہ ہم جاپان کے ۱۹۲۳ء کے مہلکِ جان و مال اور ناگفتہ بہ بھونچال سے اچھی طرح آشنا ہیں۔ اِن سب زلزلوں میں کئی کروڑ ڈالر کی جائیداد کے علاوہ لاکھوں بندگانِ خدا بھی فنا اور بہت سے زخمی ہوئے۔ پس پچھلے سالوں میں اتنے زلزلوں کا آنا مسیحؑ کے الفاظ کا پورا ہونا ظاہر کرتے ہیں ۔

(۲) قحط و وبا۔ مسیحؑ نے یہ بھی کہا کہ آخری ایام میں جابجا کال پڑینگے۔ اور مَری تباہی برپا کرے گی۔ ۱۹۱۶ء میں ملک سپین میں فلو سے جو ایک بیماری ہے ا کروڑ بیس لاکھ جانیں موت کے گھاٹ اُتر گئیں اور ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے کہ رُوس میں طاعون محرقہ سے اسّی لاکھ آدمی فوراً لقمہ اجل ہو گئے۔ ۱۹۱۹ء میں ملکِ چین میں قحط آنے کی وجہ سے لاکھوں انسان اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور جب ہند میں قحط پڑا تو تیس لاکھ سے زیادہ آدمی مر گئے۔ فی الواقعہ قیامت کی نشانیاں مسیحؑ کے الفاظ کے مطابق آج کل ظہور پذیر ہو رہی ہیں ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۳) جنگ و افواہاتِ جنگ۔ گذشتہ دس سال کے عرصہ میں دُنیا نے ایک خونی جنگ میں نمایاں حصہ لیا جس کی یاد صفحۂ عالم سے کبھی محو نہ ہوگی۔ اخبار مارننگ پوسٹ اس کے نقصانات کا حسب ذیل نقشہ پیش کرتا ہے۔ "اس جنگِ عظیم میں ستر لاکھ آدمی جان سے مارے گئے۔ اکروڑ بیس لاکھ زخمی یا بیکار ہوگئے۔ کُل خرچ اغلباً قریباً ایک کھرب ڈالر ہُوا۔ بحری جنگ کا سامان ۱۱ ہزار ٹن کے قریب تھا۔ اور پھر یہ طرّہ کہ اڑھائی کھرب ڈالر کی جائیدادیں تباہ ہوگئیں ⁂

مسیحؑ نے اپنے شاگردوں کو اِس سوال کا کہ قیامت کی نشانیاں کیا ہونگی یہ جواب دیا کہ "تم جگہ جگہ لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہیں سُنوگے۔ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کریگی"۔

(۴) مراجعتِ یہود بہ فلسطین۔ جس وقت سے ملک فلسطین یہودی قوم کا موروثی وطن قرار پایا ہے تب سے وہاں ۷۷ ہزار کے قریب یہودی پُہنچ گئے ہیں۔ جن میں سے ۲۱ ہزار مرد ۱۹۲۵ء کے پہلے سات مہینوں میں گئے ⁂

(۵) دُنیا کی ابتری۔ (۲۔ تمتھیس ۳/۱-۵ سے) آج کل دُنیا کی چیزوں کی اصل حقیقت نمایاں کر رہا ہے۔ مندرجہ ذیل رقوم دُنیا کی تباہی کا آئینہ وار نقشہ پیش کرہی ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں جب ہم ریاستہائے متحدہ امریکہ میں تھے ہم نے نوے لاکھ ڈالر عیش و عشرت پر صرف کیا۔ ایک کروڑ تمباکو۔ ۲ کروڑ شراب۔ چالیس لاکھ مٹھائی ہم ایسی ہی غیر ضروری اور نقصان دِہ چیزوں پہ پورے ساٹھ ڈالر فیصدی خرچ کردیتے ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں ۳۷ ہزار افراد نے طلاق کی درخواست دی اور ۱۹۲۳ء میں پچاس ہزار سے زیادہ افراد نے ازدواجی جُدائی کا مطالبہ کیا۔ مذہبی لحاظ سے دُنیا میں بہت ابتری پھیل رہی ہے ⁂

(۶) علمِ نجوم۔ اگر ہم دنوں کو شمار کریں تو یہ صاف صاف عیاں ہوگا کہ ہم اُس وقت کے بالکل قریب پُہنچ چکے۔ خدا نے یہودیوں پر "سات بار" سزا نازل کرنیکا اشارہ کیا۔ اور انبیاءؑ اس بات پر متفق ہوئے کہ لفظ "وقت" سے مراد ۳۶۰ برس کا زمانہ ہے۔ اِس حساب سے اُن کی سزا کا زمانہ ۲۵۲۰ برس ہے میرے مندرجہ ذیل بات کی تصدیق مس الزبتھ براؤن ساکن یروشلیم کے بیان سے ہوتی ہے کہ "یہ سچ ہے کہ یہودیوں کی ۲۵۲۰ برس کی سزا کا وقت نبوکدنضر سے شروع ہُوا جب اُس نے ۶۰۶ قبل از مسیحؑ ابیب کے مہینہ میں ہیکل کو برباد کیا اور صدقیاہ کو اسرائیل کے گھرانے کے بہت سے اُمراء کے ساتھ غلام بناکر لے گیا۔ اور ۶۰۶ قبل مسیحؑ کے ۲۵۲۰ سال بعد ہم ۱۹۱۴ء تک پُہنچ جاتے ہیں۔ اس سال کے ماہ ابیب کی ۹ تاریخ کو جب یہودی ہیکل کی تباہی کا ماتم کررہے تھے جنگِ یورپ کا پہلا گولہ چھٹا جس نے یورپ کے نقشے کو کلیتاً بدل دیا اور مقدس شہر یروشلیم کو ترکوں کی سلطنت سے رہا کرانا تھا۔ ۶۰۳ قبل مسیحؑ میں نبوکدنضر کی خودمختار سلطنت شروع ہوئی۔ اور اس کے ۲۵۲۰ سال بعد یعنی ۱۹۱۷ء میں ملک فلسطین قوم اسرائیل کا قومی وطن قرار دیا گیا۔ پھر ہم (۲۔ کرنتھیوں ۱۳-۱۲/۳۶) ہیں کہ خدا اور نبوکدنضر کے خلاف ۵۹۲ قبل مسیحؑ میں ایک بھاری بغاوت ہوئی اور ۵۸۶ قبل مسیحؑ میں ملک تباہ اور خالی ہوگیا۔ ہم اگرچہ مسیحؑ کی دوبارہ آمد کوئی خاص تاریخ یا سال مقرر نہیں کرسکتے۔ تاہم ہم کو یہ مان لینا چاہیئے کہ ۵۸۶ قبل مسیحؑ کے ۲۵۲۰ برس بعد اسرائیلیوں کی سزا اور غیر اقوام کے زمانہ کا یک بیک وقت خاتمہ ہو جائیگا اور دُنیا پر یہودیوں کا مسیحؑ بادشاہ کے ماتحت قبضہ ہو جائے گا یعنی ۱۹۳۴ء کو (ہم نے یہ اقتباس اس لئے نقل کیا ہے تا ظاہر ہو کہ تمام مسیحی یہ خیال کر رہے ہیں کہ آخرت کے نشانات پورے ہونے اور مسیحؑ کی آمد کا یہی زمانہ ہے۔ باقی اُس خاص گھڑی کا علم تو مسیحؑ نے بھی کہا کہ سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ لیکن خدا نے عین وقت پر اپنے مسیح کو بھیجا اور نشان پر نشان دکھائے تاکہ قوموں (۲۱۲) پر اُس کی حجت پوری ہو۔ (ایڈیٹر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

المقتبسات والملتقطات

سُود کے متعلّق اسلامی حُکم اور اس کا فلسفۂ ممانعت

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز جو درس قرآن دیتے ہیں۔ اس میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ کی تفسیر فرماتے ہوئے سُود کا بھی کچھ ذکر آگیا۔ اگرچہ اسوقت سُود کی ممانعت کی حکمتیں بتلانا مقصود بالذّات نہ تھا۔ مگر تاہم حضور نے جو معارف وحقائق بیان فرمائے ان سے ایک طالب حق بے انتہا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ لہٰذا وہ حصّہ تقریر درج ذیل ہے:۔

"دین ایک نظام کا نام ہوتا ہے۔ وہ نظام جب اپنی مکمّل صورت میں قائم ہو تب وہ نیک نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔ ادھوری صورت میں اس کی پوری شان ظاہر نہیں ہو سکتی جیسا کہ آج کل سُود کا دَور دَورہ ہے۔ جب لوگوں کو سُود کے خلاف کچھ کہا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ سُود کے بغیر گذارہ نہیں۔ ان کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس زمانہ میں سوسائٹی اسقدر گندی ہوگئی ہے کہ انسان سُود لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بلکہ ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سُود ہی مصیبت کے وقت کا علاج ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سُود انسان کی مشکلات کا علاج نہیں۔ وہ ایک مرض ہے جسے انسان نے خود پیدا کیا ہے۔ اسلام میں اس کا علاج موجود ہے۔ لیکن وہ علاج ایک نظام کے ساتھ وابستہ ہے۔ جبتک اس نظام کو قائم نہ کیا جائے اس سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاسکتا۔ جس طرح ایک مکان کی چار دیواری اور چھت اور دروازے اور کھڑکیاں جبتک کامل نہ ہوں۔ وہ مکان حفاظت کا موجب نہیں ہو سکتا۔

اگر اسلام کی ساری تعلیم کو قائم کیا جائے تو سُود کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اور سُود کی مضرّتوں سے بھی دُنیا نجات پا جاتی ہے۔ سُود کی ضرورت مندرجہ ذیل اسباب کی وجہ سے ہوتی ہے:۔

(۱) غریب انسان اپنے گذارہ کے لئے قرض لیتا ہے۔ (۲) تاجر، صنّاع یا زمیندار اپنے کاروبار کو وسعت دینے کے لئے قرض لیتا ہے۔ (۳) ایک صاحبِ جائیداد مصیبت زدہ جس کے پاس نقد روپیہ موجود نہیں۔ کسی ناگہانی آفت سے بچنے کے لئے قرض لیتا ہے۔

۱۔ ظاہر ہے کہ غریب انسان جو آٹھ روپیہ کما نہیں سکتا۔ وہ آٹھ روپے سُود پر لیکر نو کہاں سے ادا کریگا؟ چنانچہ ہندوستان کے کسانوں کی موجودہ حالت اس حماقت کو کُلّی طور پر ظاہر کر رہی ہے۔ ایک مَرے ہوئے انسان کو مارنا انتہا درجہ کا ظلم ہے۔ جو پہلے ہی مر رہا ہے اس پر اَور بوجھ لاد دینے کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا مطلب ہُوا۔ آخر اس ظلم کے نتیجہ میں ایک اور ظلم پیدا ہوتا ہے۔ یعنی جب مقروض قرضہ نہیں دے سکتے تو وہ قرضہ سے کُلّی طور پر انکار کر دیتے ہیں *

۲۔ تاجر یا صنّاع یا زمیندار اپنے کاروبار کو وسعت دینے کے لئے قرض لیتا ہے۔ زمیندار کی صورت میں اگر یہ قرض جائیداد کی بہتری کے لئے لیا گیا ہو تو اسلام نے رہن کی صورت کو جائز رکھا ہے۔ اس تدبیر سے ایک طرف تو لوگوں کو اتنا قرضہ اُٹھانے سے جسے ادا کرنا ان کی طاقت سے باہر ہو۔ روکدیا ہے۔ دوسری طرف جائز ضرورت کے پورا کرنے کا راستہ بھی کُھلا رکھا ہے۔

ایک تاجر اور صنّاع کے لئے دوسرے لوگوں کو شریک کار کرنیکا راستہ کُھلا ہے۔ اگر اسے سُود سے کاروبار بڑھانے کی اجازت دی جائے تو اگر وہ اپنی تجارتی کوشش میں ناکام رہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ دوسرے لوگوں کا روپیہ ضائع جائیگا۔ اور اگر کامیاب ہو تو بے انتہا دولت ایک ہاتھ میں جمع ہو جائیگی۔ جو انصاف اور ضروریاتِ تمدّن دونو کے خلاف ہے *

۳۔ تیسری صورت ایسی صورت ہے کہ جسے ایک حد تک جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس پر نہ وہ اعتراض پڑتا ہے جو پہلی صورت پر پڑتا تھا۔ کہ یہ دیگا کہاں سے۔ اور نہ وہ اعتراض پڑتا ہے جو دوسری صورت پر پڑتا تھا۔ یعنی یہ کیا حق رکھتا ہے کہ سب دُنیا کی دولت اپنی ذہانت سے سمیٹ کر اپنے گھر میں جمع کرلے۔ کیونکہ اس صورت میں ایک ایسا شخص قرض لیتا ہے۔ جس کے پاس جائیداد ہے یا قابلیت کمانے کی موجود ہے۔ لیکن ایک ناگہانی آفت کی وجہ سے اسے ایک وقت میں اتنا روپیہ دینا پڑ گیا ہے جو اس کے پاس جمع نہیں۔ بظاہر عقل کہتی ہے کہ اسے سُود پر قرض لینے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ اس کو سُود پر قرض دینا ظلم بھی نہیں۔ کیونکہ یہ صاحبِ حیثیت ہے اور یہ لوگوں کے روپیہ سے کھیلتا بھی نہیں۔ کیونکہ اس کے پاس جائیداد ہے۔ یا وہ نوکری پیشہ وغیرہ ہے جو اس کے قرض کے ادا ہونے کے لئے کافی ضمانت ہے *

لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے شخص کو سُود کی اجازت دیکر سُود کا دروازہ کھول دینا زیادہ اچھا ہے یا ایسے شخص کے لئے کوئی دوسری صورت کھولنا؟ یقیناً اگر اس شخص کو اجازت ملے تو دوسری دونو قسم کے لوگ اس کی مثال پر اپنے لئے بھی سُود لینے کا فتویٰ دینگے۔ اور یہ لعنت دُنیا میں قائم رہیگی۔ پس اس کے لئے بھی کوئی اور ہی راستہ کھولنا زیادہ مفید ہو سکتا ہے *

اسلام نے ان باتوں کو مدِّ نظر رکھ کر ایک مفصّل تعلیم دی ہے۔ اس تعلیم کا مغز یہ ہے کہ (۱) ہر شخص کو کھانا، کپڑا، مکان، علم میسّر ہونا چاہیئے۔ (۲) کسی ایک شخص کے پاس بے انتہا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دولت جمع نہیں ہونی چاہیئے۔ (۳) روپیہ پیسہ کسی کے پاس جمع نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ اسے چکّر کھاتے رہنا چاہیئے تاکہ سب لوگ اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ (۴) جن کو جائز ضرورتیں پیش آئیں ان کے پورا کرنیکا سامان کرنا حکومت اور سوسائٹی کے ذمّہ ہے ٭

نمبر ۲ کی ایک شق کے ماتحت اس نے تجارتی سُود کو منع کیا ہے۔ کیونکہ بے انتہاء دولت ہمیشہ سُود پر روپیہ لینے سے جمع ہوتی ہے۔ اور اس طرح انسان دوسروں کے روپیہ سے ایک جُوا کھیل لیتا ہے۔ اگر کامیاب ہُوا تو کروڑپتی ہو گیا۔ اگر ہارا تو اس کا روپیہ تو تھا نہیں۔ قرضخواہ کیا کرینگے زیادہ سے زیادہ قید کرا دینگے ٭

اور اس کی دوسری شق کے ماتحت اس نے تقسیم جائیداد کا حکم دیا ہے۔ یعنی ہر شخص کی جائیداد کو اس کے وارثوں میں تقسیم کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ یہ جائز نہیں رکھا کہ کوئی شخص صرف ایک لڑکے کو جائیداد دیدے تاکہ جو کچھ بھی اس شخص نے کمایا ہے۔ یہ ایک ہی ہاتھ میں جمع رہ کر ہمیشہ کے لئے ایک خاندان کے بعض افراد کو فوقیّت نہ دیدے ٭

نمبر اوّل کے ماتحت اس نے حکومت کو حُکم دیا ہے کہ سب کے لئے کھانا، کپڑا، مکان وغیرہ مہیّا کرے۔ اور اس کے لئے زکوٰۃ اور خراج وغیرہ کا سِلسِلہ جاری کیا ہے۔ اور افراد پر صدقہ واجب کیا ہے ٭

نمبر ۳ کے لئے اس نے وِرثہ اور زکوٰۃ کا سِلسِلہ جاری کیا ہے۔ اور سُود سے منع کیا ہے۔ اور نمبر ۴ کے لئے بھی زکوٰۃ اور صدقات کا سِلسِلہ اور رہن با قبضہ یا بیع سلم کا سِلسِلہ جاری کیا ہے۔

غرض ان اصُول پر اس نے ایک مکمّل نظام تیار کیا ہے۔ اگر یہ مکمّل نظام دُنیا میں جاری کیا جائے۔ اور پھر کوئی نُقص رہ جائے۔ تب اسلام کی تعلیم پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ ورنہ نظام تو مغربی جاری ہو اور اسلام پر اعتراض ہو کہ اسلام نے سُود کو منع کر کے اس کا علاج کیا بتایا ہے ایک لغو اور بیہودہ فِعل ہے۔ اور اسی کی طرف مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْن میں اشارہ کیا ہے۔ یعنی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غلبہ کے زمانہ کا مالک ہے۔ یعنی دُنیا کے آرام اور آرائش کی ذمّہ داری اللہ تعالیٰ پر تبھی آ سکتی ہے جب کہ اس کے دین کو پورے طور پر دُنیا میں جاری کیا جائے۔ اگر اس کے بتائے ہوئے قانون کو پوری طرح جاری نہ کیا جائے۔ تو اس زمانہ کا اللہ ذمہ دار نہیں۔ کیونکہ وہ اس کا مالک نہیں۔ اس کا مالک تو شیطان ہے۔ خدا تعالیٰ اسی زمانہ کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مالک ہے جب اس کا قانون بتمامہٖ جاری کیا جائے۔ اسوقت بے شک۔ اگر کوئی نقص ہو تو اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ اس کا بنایا ہوا قانون جاری بھی کر دیا گیا پھر بھی دنیا کی تکالیف کا خاتمہ نہیں ہوا۔ یا معقول حد تک لوگوں کی ضرورتوں کا سامان مہیّا نہیں ہوا ؎

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی مالکیّت کا پورا نقشہ سوائے صحابہؓ کے زمانہ کے پھر کبھی دُنیا نے نہیں دیکھا۔ اور چونکہ وہ ابھی قیامِ دین کا زمانہ تھا۔ اس وقت بھی صحابہؓ کو پوری طرح اس پر عمل کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ کیونکہ ان کی توجہ ابھی استحکام دین کی طرف زیادہ تھی۔ اب جبکہ دین کی اکثر جزئیات ظاہر ہو چکی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توفیق دے کہ وہ اسلام کی حکومت کو قائم کر سکیں۔ تو وہ ایک بے مثال حکومت ہوگی۔ اور انسان دیکھ لیگا کہ اسی دنیا میں جنّت کا نمونہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ جس میں غریب اور امیر میں کوئی امتیاز نہ ہوگا۔ اور غریب کی وجہ سے امیر پر یا امیر کی وجہ سے غریب پر ظلم نہ ہو سکے گا ؎

غرض دین اسلام کی خوبی یا اس کی ناکامی صرف اسی صورت میں ظاہر ہو سکتی ہے کہ ایک وقت میں کُلّی طور پر اس کی تعلیم کو رائج کیا جائے۔ اور جب یہ دن آیا۔ دُنیا دیکھ لے گی کہ اسلام اور صرف اسلام ہی دُنیا کی سب امراض کا علاج ہے۔ اور ہر قسم کے ظلموں اور تکلیفوں سے دُنیا آزاد ہو جائے گی ؎

غیر مذاہب کی تبلیغی کوششیں

ایک دُور افتادہ قوم میں کیونکر پادری اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے پہنچ گئے۔

اس کے لئے آپ رسالہ المائدہ کا مفصلہ ذیل اقتباس پڑھیں ؎

سکیمو قوم میں پہلا مشنری

مشرقی کنیڈا کے سکیمو لوگوں کے پاس پہلا مشنری جو گیا وہ آرچ بشپ سٹرنگر تھے۔ پہلے جب وہ سنہ ۱۸۹۲ء میں اس جگہ گئے تو ایک بھی مسیحی نہ تھا۔ اب چالیس کے بعد ۵۰۰ میل کے رقبہ واقعہ بحیرہ منجمد شمالی کے کنارے کنارے سب کے سب سکیمو مسیحی ہیں۔ ان کے مسیحی ہونے کا قصّہ پُر لطف کہانی ہے۔ یونیورسٹی سے تعلیمی سند حاصل کرتے ہی نوجوان طالب علم آئزک سٹرنگر اُس ضلع کے بشپ کی آرڈر پر جزیرہ ہرشل کے غیر مہذب سکیمو لوگوں کی تعلیم کے لئے روانہ ہو گیا۔ یہ جزیرہ دریائے میکنزی کے جو بحیرہ منجمد شمالی میں گرتا ہے دہانے پر واقع ہے یہ بات مشہور تھی کہ سکیمو اجنبی لوگوں سے بیحد متنفّر ہیں وہ اپنی جُوتی اور پیٹی دونوں میں چاقو رکھتے تھے وہ عادی چور اور جھوٹے تھے۔ یہ سکیمو اَن پڑھ اور شکی مزاج تھے۔ ان کی کوئی لکھی ہوئی زبان نہ تھی۔ پادری سٹرنگر اس طرز وضع کے لوگوں کے درمیان کام کرنے اور رہنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو گئے۔ اب آپ خود ہی سوچ سکتے ہیں کہ ان کو کتنی مصیبتیں جھیلنی پڑی ہونگی۔ رشتہ داروں کی جدائی۔ تنہائی سردی۔ بھوک اور جنگلی لوگوں کا ڈر۔ مگر ان تھک مشنری اور اس کے برتاؤ اور اس کی بیوی کی مدد سے جو اُن کے چار سال کے بعد اُن کی دُلہن بن کر گئی تھیں اور ان لوگوں کی کوشش سے جو اُن کے بعد گئے سترہ سال گذرنے پر پہلا بپتسمہ ہُوا۔ یہاں تک کہ آج وہاں کے سب سکیمو مسیحی ہو گئے ہیں۔ اور اُن کے اپنے پادری اور ڈیکن ہیں ٭

سکیمو لوگوں کا ایک مہم پر مسٹر فرائی کے ساتھ اپنے خرچ پر جانا

مسٹر فرائی کا مشرق کی طرف جانے کا انتظام ہو گیا تھا۔ مگر وہ اکیلے نہ جا سکتے تھے۔ ہم نے سوچا کہ شاید زیادہ سرگرم مسیحی سکیمو ہی ان کے ساتھ جا سکیں گے۔ پس ہم نے اُن سکیمو مسیحیوں سے اس کی بابت دریافت کیا۔ اور رسولوں کی مثال پیش کی کہ وہ بہت دُور دراز ملک کو بھیجے گئے تھے۔ ہم نے ان سے کہا "اب تم مسیحی ہو اور تمھارا یہ فرض ہے کہ جو سچائی تم نے پائی ہے وہ اوروں پر بھی ظاہر کرو۔ ہم نے ان کو تکلیفوں اور مشکلات سے آگاہ کیا۔ یہ نئی جگہ جزیرہ ہرشل سے ایک ہزار میل مشرق کو واقع ہے وہاں کے لوگ عجیب اور تکلیف دہ ہیں جیسے تم خود کچھ سال پہلے تھے۔ وہ ملک تمھارے لئے نیا ہوگا اور شکار کر کے گذارہ کرنا پڑیگا۔ ہمارے پاس تمھارے ساز و سامان کے لئے کوئی رقم نہیں۔ تمھیں اپنے خرچ پر وہاں جانا پڑیگا۔ اور یہ مہم قریب دو سال رہیگی۔ یہ ایک سخت امتحان تھا اور ہمارا خیال تھا کہ شاید چند ایک ہی منظور کرینگے۔ تب اُن کا سردار بول اُٹھا۔ ہمیں بتائیے کہ ہم میں سے کون جائے کیونکہ ہم سب جانے کو تیار ہیں مگر ہمیں یہ پتہ نہیں کہ ہم میں سے کون سے اس کام کے لئے لائق ہیں؟ ہم نے کہا اچھا کل صبح تم کو نام بتائینگے۔ دوسری صبح سب بڑے خیمہ میں مَیں نے نام پڑھے تو جن کے نام پڑھے گئے وہ بہت ہشاش بشاش دکھائی دیئے۔ اور جن کے نام پڑھے نہ گئے تھے ان کے چہروں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کتنے افسردہ ہیں۔ نام چُنے جا چکے تو مَیں نے اُن سے پوچھا کیا تم تیار ہو؟ وہ یہ سوال سُن کر حیران ہو گئے اور جواب دیا کہ ہم نے تو آپ سے کہا ہے کہ کون ہم میں سے جائے؟ اب جب آپ نے ہم کو یہ بتا دیا تو ہم جانے کو راضی اور تیار ہیں ٭

174

اِسلام علماءِ مغرب کی نظر میں

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل اُن عدیم المثال عقول سے تھی جن کا وجود دُنیا میں عنقا کا حُکم رکھتا ہے، آپؐ کے اندر خاص بات یہ تھی کہ آپؐ اپنی بے مثال عقل اور لاجواب فہم و فراست کی وجہ سے معاملہ کی تہ تک پہلی ہی نظر میں پہنچ جایا کرتے تھے آپؐ اپنے خالص معاملات میں بہت ہی زیادہ ایثار سے کام لیتے تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

منصف اسقدر تھے کہ دوست، دشمن، امیر، غریب، قوی، ضعیف ہر ایک کے ساتھ پورا پورا عدل اور انصاف فرمایا کرتے تھے۔ بے نفس اسقدر تھے کہ باوجود عظیم الشان فتوحات کے آپؐ کے اندر ذرہ برابر تکبّر اور نخوت کی بو تک نہ آئی حتیٰ کہ جب آپؐ کی سطوت اور جبروتی قوّت و طاقت کا سکّہ سارے عرب کے علاوہ غیر ممالک پر بھی بیٹھ گیا۔ اسوقت بھی آپؐ کی پہلے جیسی سادگی اور بے نفسی میں ادنےٰ سا بھی تغیّر نہیں واقع ہُوا ٭ (مسٹر فلیکنڈلے)

میرا بہت ہی پختہ اعتقاد ہے کہ عنقریب ایک دن ایسا آئیگا جبکہ عیسائی قوم کے سردار اور نصرانیت کے زعمار اس بات پر متفق ہو جائینگے کہ محمد (صلعم) نبی تھے اور اللہ نے ان کو حقیقتاً نبی بنا کر مبعوث فرمایا تھا تاکہ وہ لوگوں کو راہ راست دکھلائیں اور ضلالت سے ہدایت کی طرف لے آئیں ٭ (مسٹر بارتھ اسمتھ)

انسان جس قدر زیادہ محمد (صلعم) کی سیرتِ پاک سے مطلع ہوگا وہ آپؐ کے ساتھ گذشتہ اور موجودہ انسانوں کی عقیدتمندی کے اسباب کو بھی پورے طور سے جان لیگا۔ اور لوگوں کی آپؐ کے ساتھ وجہ اُلفت و محبّت اور عظمت و منزلت کے راز سے بھی خوب واقف ہو جائیگا ٭ (مسٹر ٹوجان)

کولمبس نے جب نئی دنیا (امریکہ) کو دریافت کیا اس سے تقریباً ایک ہزار قبل مکّہ میں ایک بچہ ظہور پذیر ہُوا جسے اللہ نے تاریخ عالم میں ایک زبردست انقلاب برپا کرنے کے لئے چُن لیا تھا۔ محمد (صلعم) اوّل شخص ہیں جنہوں نے جزیرۂ عرب کے تمام قبائل کو ایک کر دیا۔ آپؐ کا تشریف لانا ایسے وقت میں ہُوا جبکہ عرب کو اجنبیوں کے ہاتھ سے خلاصی کی سخت ضرورت تھی آپؐ اپنی محنتوں، کوششوں اور بشارتوں کی وجہ سے کامیاب ہو گئے ٭ (مسٹر لائل ٹامس امریکی)

محمد (صلعم) انسانیت کے سب سے بڑے خیر خواہ اور محسن تھے ایشیاء جبکہ اپنی اولاد پر فخر کرتا ہے تو وحید الدہر اور اکبر الرجال شخص کی ذات والا صفات پر فخر کرنا اسے واجب اور ضروری ہے۔ بہت بڑا ظلم ہوگا کہ ہم محمد (صلعم) کی تعریف و ستائش میں کسی قسم کی کمی کریں۔ آپؐ اسوقت مبعوث ہوئے جبکہ سارا عرب وحشتناک زندگی گذار رہا تھا کہ یکایک آپؐ کے اعلان نبوّت سے اس کی حالت کایا پلٹ ہو گئی۔ اور اسلامی دین نے لکھو کھا انسانوں کے قلوب کو منوّر کر دیا انہوں نے اس انتہائی شوق و رغبت سے قبول کیا پس بعثت محمدی میں شک کرنا قدرت الٰہی میں شک کرنا ہے ٭ (مسٹر جان)

اِسلامی جہاد کے متعلق ہدایات نبویؐ

اے مسلمانو! جب میدان جنگ میں تمہاری اپنے دشمنوں سے مُٹھ بھیڑ ہو جائے، تو اسلام کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سچے نام لیواؤں کی طرح کامل دلجمعی سے لڑو۔ اپنے ہوش و حواس قائم رکھو اور خود کو اپنے بہادر اور اسلاف کا سچا جانشین ثابت کرو۔ فوجی نظام اور لشکر کی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے جھنڈوں کے نیچے رہ کر لڑو۔ اور بہادری سے ڈٹے رہو۔ اپنے قائد اور سپہ سالار کے وفادار رہو۔ اور ان کے احکام کو دل و جان سے بجا لاؤ ؛

اپنے دشمنوں کے سامنے بزدلی دکھاتے ہوئے اپنے ہتھیار مت پھینکو۔ اور لڑائی میں کبھی پیٹھ مت دکھاؤ۔ اس امر کو اپنے دل میں اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تم خاک و خون میں غلطان ایک مقصد کے لئے ہو اور وہ مقصد یہ ہے کہ دُنیا میں انسانی فلاح و بہبود اور سچائی کا عَلَم بلند ہو۔ جب تم میدان جنگ میں اُترو تو دشمن کی تعداد کو دیکھ کر اپنے چہروں پر گھبراہٹ کے آثار نہ آنے دو۔ دشمن کی تعداد کثیر سے خوف نہ کرو اور اس امر کو قطعاً نظر انداز کر دو کہ دشمن تعداد میں ہم سے زیادہ ہیں۔ تم دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ڈنکا بجانا چاہتے ہو۔ وہی تمہارا حامی و ناصر ہے خداوند کارساز اگر تمہیں جنگ میں فتح و نصرت دے تو دیکھو اپنی طاقتوں سے ہرگز ہرگز ناجائز فائدہ نہ اُٹھاؤ۔ ہر وقت اس بات کا خیال رکھو کہ تمہاری تلوار کس مقصد کے لئے خون آلود ہوتی ہے۔ اے مسلمانو! فتح کی حالت میں دشمن کے بچوں۔ بوڑھوں۔ عورتوں اور ان کے بیمار افراد کو کسی قسم کی تکلیف یا گزند نہ پہنچاؤ جب تم دشمن کے ملک سے گزرو تو کھجور کے درخت مت کاٹو۔ کھیتوں کو برباد مت کرو۔ جھونپڑوں اور مکانات کو تلف مت کرو۔ اپنے دشمن کے ذخیرہ اجناس سے صرف اسی قدر لے لو جس کی تمہیں اپنے حوائج پورا کرنے کے لئے ضرورت ہو۔ دشمن کے شہروں پر قبضہ کرو لیکن ضرورت سے زیادہ تباہی نہ ہونے پائے۔ ہاں اگر دشمن کسی مکان یا قلعہ میں چھپ جائے تو اس مکان کو نیست و نابود کر دو۔ قیدیوں سے اور ان لوگوں سے جو اپنے آپ کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑ دیں مہربانی سے پیش آؤ۔ وہ لوگ جو مفرور ہوں یا تم سے باغی ہو جائیں یا باہمی فیصلہ شدہ شرائط کی خلاف ورزی کریں ان کو کچل کر رکھ دو ؛

175 اے مسلمانو! اپنے دشمنوں سے کبھی دغابازی نہ کرو۔ جو معاہدہ تم ان سے کرو اس میں جھوٹ اور فریب کو دخل نہ دو۔ اپنے معاہدوں اور اپنے افعال میں مخلص رہو۔ اور ہمیشہ خود کو ایک اولو العزم شریف بہادر اور راست گو ثابت کرو۔ اپنے قول اور وعدوں کا پاس رکھو۔ راہبوں اور درویشوں کو مت ستاؤ۔ ان کی جھونپڑیاں تلف مت کرو۔ لیکن ان افراد کو جو تمہاری شرائط ماننے سے انکار کریں۔ ان کو موت کی سزا دو ؛

(ماخوذ از وٹ از اسلام مصنفہ مسٹر جے ڈبلیو۔ لوگر در صفحہ ۵۵ مطبوعہ انگلستان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اوقات کے لئے ہے اگر ان خاص اوقات میں اس خلق کا اظہار نہیں ہوتا تو یقیناً نہ یہ صبر ہے اور نہ ہی اس صورت میں اس کا مظاہرہ کرنے والا صابر ہے ؀

عام لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب اُن کا کوئی عزیز فوت ہو جاتا ہے یا اُنہیں کوئی جانی و مالی نقصان پہنچتا ہے، تو رونا چِلّانا اور چیخنا شروع کر دیتے ہیں، عورتیں بال نوچنے لگتی ہیں تمام گھر ایک ماتم کدہ بن جاتا ہے۔ کھانا، پینا۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ کام کاج کرنا حرام سمجھا جاتا ہے شکوہ کی داستانیں سُنانی شروع کر دی جاتی ہیں اور مظلومیت کی شکل و صورت بنکر خدا تعالےٰ کی طرف جور و ستم اور ظلم وغیرہ کو منسوب کرنا شروع کر دیا جاتا ہے، اور جب چند دنوں کے بعد یہ غل غپاڑہ۔ شور و غوغا ختم جاتا ہے۔ آنکھوں میں پانی کی ایک بوند تک نہیں رہتی جو وہ اب بہا سکیں۔ قوتِ گویائی آخری دم لے رہی ہوتی ہے اور اُس میں رنج و الم یا ظلم و ستم کی داستانیں بیان کرنے کی طاقت نہیں رہتی جو اَب سُنا سکیں۔ غرض جسم کا ہر ایک عضو جب اپنے کام کاج سے جواب دینے لگتا ہے تو یہ کہنا شروع کر دیا جاتا ہے کہ اب صبر کے بغیر کیا چارہ ہے۔ صبر ہی کرنا ہے جی اور کیا کرنا ہے۔ حالانکہ صبر کا تو وہ وقت تھا جبکہ ان لوگوں نے چیخنا اور چِلّانا شروع کیا تھا اور آہ و فغاں سے آسمان کو سر پر اُٹھا رکھا تھا۔ اس وقت چاہیئے تھا کہ بجائے شکوہ کی داستانیں سُنانے کے خدا تعالیٰ کی اس قضاء پر راضی رہتے ہوئے خاموش رہتے اور اس سانحہ رنج و الم کو برداشت کرتے، لیکن وہ کیا صبر ہُوا جب رونے کی طاقت نہ ہو اور شور مچانے کی قوّت معدوم ہو جائے تو کہدیا کہ صبر کے بغیر کیا چارہ ہے۔ یہ ہرگز ہرگز صبر نہیں۔ اور نہ ہی از قسم اخلاق ہے ؀

پس حقیقی صبر یہ ہے جیسا کہ مَیں اوپر واضح کر چکا ہوں کہ رنج و الم۔ دُکھ و غم کو برداشت کرنا اور ظلم و ستم کو سہنا اور اس پر شکوہ و اضطراب کا اظہار نہ کرنا اور اپنے اصل مقصود کو ان آلام و آفات کی وجہ سے نظر انداز کرنا۔ اس حالت میں صبر کی حقیقی خوبی اور ایک اعلیٰ درجہ کا خلق سمجھا جا سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اور یہ خوبی یا خلق اور بھی شاندار نظر آنے لگتا ہے جبکہ مصائب و مظالم کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہوں ظلم و ستم کے تیر پہ تیر چل رہے ہوں اور مشکلات و مصائب کا انسان نشانہ بنا ہُوا ہو اور پھر وہ ان سب دُکھوں کو سہتا ہُوا مشکلات کو برداشت کرتا ہُوا اور کسی کے شکوہ یا اضطراب و گھبراہٹ کا اظہار نہ کرتا ہُوا اپنے مقصد کے حصول کے لئے لگاتار کوشش کرتا جا رہا ہو اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس قسم کے مخالفانہ حالات نے اسے اپنے اصل مقصود سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صبر علی البلاء کا نمونہ

حضرت امام حسینؓ کا صاحبزادہ حضرت علی اصغرؓ چھ ماہ کا بچہ جب شدت پیاس سے تڑپنے لگا تو آپؓ اس کو گود میں اُٹھا کر لائے اور دشمنوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "تمھیں مجھ سے تو دشمنی ہو سکتی ہے لیکن اس معصوم بچے کے ساتھ تمھیں کیا دشمنی ہے؟ اس کو تو پانی دو کہ شدت پیاس سے دم توڑ رہا ہے۔ اس کے جواب میں دشمنوں کی طرف سے ایک تیر آیا جو اس بچہ کے حلق میں پیوست ہو گیا اور اس نے اس جگہ جان دیدی۔ حضرت امامؓ نے اس قدر ہوشربا سانحہ پر بھی کمال صبر و استقامت کے ساتھ کہا تو یہ کہا کہ اس کے خون سے چلو بھر کر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا اللّٰھمّ ھوّن علی ما نزل بی انه لا یکون اھون علیك من قتل الناقة" یا اللہ! جو مصیبت اسوقت مجھ پر نازل ہے اس کو تو آسان کر۔ مجھے امید ہے کہ اس معصوم بچے کا خون تیرے نزدیک حضرت صالحؑ کی اونٹنی کے قتل سے تو کم نہیں ہو گا"

ایک سگ پرست

چھ سو برس پہلے جاپان میں کوری نام کا ایک شہنشاہ حکومت کرتا تھا اس بادشاہ کو کتے پالنے کی لت پڑ گئی!!

بادشاہ کی سگ پرستی نے اس حد تک روز پکڑا کہ سارے ملک میں ڈھنڈھورا پٹ گیا کہ ہر ایک جاپانی کتے کو دیوتا سمجھ کر اس کی پرستش کرے اور کبھی کتے کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائے۔ ایک روز ایک دوکاندار کی لڑکی نے کتے کے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا۔ وہ اس کے باپ کی دوکان سے مچھلی کا ایک ٹکڑا لیکر بھاگا تو اس سنگین واقعہ کو ایک شاہی افسر نے دیکھ لیا اب کیا تھا جوان ۱۶ برس کی حسین لڑکی خونی کی طرح گرفتار کر لی گئی، لڑکی کا باپ افسر کو کچھ نذرانہ دیتا تھا مگر اس نے ایک نہ مانی اور وہ حسین لڑکی بادشاہ کے سامنے پیش کی گئی اُس غریب نے اپنی بیگناہی ثابت کرنے کیلئے بہت کچھ غل مچایا۔ مگر شہنشاہ کا حکم کیسے ٹل سکتا تھا۔ شہنشاہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ لیجاؤ اسے پھانسی کے تختہ پر لٹکا دو۔ مچھلی والوں نے یہاں تک کہا کہ ہم لڑکی کے جرم کی پاداش میں کتوں کیلئے ایک بڑا مکان تعمیر کرا دینگے مگر بادشاہ نے ایک نہ سُنی جھٹ شہر کے باہر سب کے سامنے اس حسین بھولی بھالی لڑکی کو پھانسی دیدی گئی، ہزاروں آدمی بادشاہ کے ظلم پر دل ہی دل میں روتے رہے، مگر کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی ؛

کانجی نے بھی دیکھا اس نے اسی وقت بادشاہ سے ہولناک انتقام لینے کی قسم کھائی۔ اس شخص کو ایک بڑا کتا مل گیا، جو قد و قامت میں بھیڑیئے کے برابر تھا، کانجی نے اس کتے کو اتنا سدھایا کہ وہ اسکے حکم پر ہر ایک کام کرنے لگا، بادشاہ کا ایک بت بنا کر ہر روز اسے یہ مشق کرائی کہ وہ اس بت پر کتے کو دوڑاتا کتا اسپر حملہ کرنیکا عادی ہو گیا کتے نے بادشاہ کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا | آخر وہ دن آیا کہ جس کا کانجی کو انتظار تھا، آج کتوں کی سب سے بڑی نمائش ہو

تھی، ہر شخص اپنے اپنے کتے لیکر اس میں شریک ہوا۔ بادشاہ نے سارے کتوں کا معائنہ کیا، کانجی نے عمداً اپنے کتے کو دو روز سے بھوکا رکھا تھا اس لیئے وہ اور بھی غضبناک ہو گیا تھا۔ جب نمائش میں کتے نے اپنے روز کے شکار کو زندہ آدمی کے جامہ میں دیکھا۔ وہ بھوکے شیر کی طرح اس پر جھپٹا، اُس نے شہنشاہ کو غصہ میں آکر جھنجوڑنا اور اس کا خون پینا شروع کر دیا اور اُسے فرش خاک پر گرا دیا۔ طرفہ ماجرا یہ ہوا کہ بادشاہ کے حکم کے خلاف کسی شاہی افسر کو اُس کتے کے مارنے کی جرأت نہ ہوئی ؛

(حقیقت)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غافل نہ کیا ہو۔ پس یہ ہے حقیقی صبر جو کہ اعلیٰ درجہ کا خلق اور بہترین خوبی ہے ٭

ہمارا پیارا نبی ہاں ہمارا دلبر، شاہ خوبان ہی وہ کامل اور بے نظیر انسان تھا جس نے خُلق صبر کا وہ نمونہ دکھایا کہ دنیا حیران اور انگشت بدنداں ہے ایسے ایسے شدید مظالم جن کے تصور سے ہی جسم پر ایک لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔ جبکہ بڑے بڑے پیکران صبر بھی صبر کا پیمانہ ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں اور بے خود ہوکر ظالم پر ٹوٹ پڑتے ہیں مظہر خدا اور محبوب کبریا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی صبر کی تصویر بنے نظر آتے ہیں اور دامن صبر کو چھوڑ نہیں بیٹھتے ٭

اور حق تو یہ ہے کہ یہ تھا وہ عظیم الشان ہمارا پیشوا اور پیارا اور سچا مقتدا جس نے نہ صرف ایسے اوقات میں ہی صبر کا مظاہرہ کیا جبکہ وہ اکیلا۔ بے کس اور بے بس تھا بلکہ اُس وقت بھی صبر کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا جبکہ دنیاوی اور ظاہری لحاظ سے آپؐ امم اربعہ کے شہنشاہ قرار پاچکے تھے اور تخت سلطنت اور سریر حکومت پر فائز ہوچکے تھے۔ جاہ و حشم دولت و مال۔ اور عقیدتمندوں اور مخلصین کی افراط۔ اور یہ وہ حالت ہے جبکہ مظالم کا برداشت کرنا اور رنج و غم کا سہنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے، سلطنت و بادشاہت، دولت و سطوت اور جاہ و حشمت ایک ایسی شراب ہے کہ جس کا نشہ اُس وقت تک اُترتا ہی نہیں جب تک کہ وہ ظالموں کا قلع قمع اور جور و ستم کرنے والوں کو تباہ و برباد نہ کرے اور یا خود پھر اس نشہ میں ہی تباہ و برباد اور چکنا چور نہ ہوجائے ٭

158

مگر شہنشاہ نبوّت ایسے وقت میں بھی صبر کا روح الارواح بنا نظر آتا ہے اور مظالم کرنے والوں کے مظالم کو برداشت کرتا ہے اور ہر ایک قسم کے رنج و الم کو سہتا ہوا اپنے فرض کی ادائیگی میں مصروف نظر آتا ہے۔ اور استقلال و استقامت کے ساتھ پیغام آسمانی کو پہنچائے چلا جاتا ہے اور شجاعت و دلیری سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے عشق کی آگ کو بھڑکائے جا رہا ہے۔ آپؐ کی سوانح حیات کا اگرچہ ہر ایک باب اور ہر ایک فصل ہی اس بات کا ثبوت پیش کر رہی ہے کہ جس رنگ سے آپؐ نے دشمنوں کی اذیتوں کو برداشت کیا ہے وہ اپنے رنگ میں تاریخ عالم میں صرف ایک ہی مثال ہے تاہم اس مضمون میں مشتے از خروارے دس نظارے قارئین کرام کو ایسے دکھانا چاہتا ہوں جو آپؐ کی آخری تیئس ۲۳ برس کی زندگی سے لئے گئے ہیں جن میں سے کچھ نظارے اُس وقت کے ہیں جبکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپؐ دنیا کی نظروں میں کس مپرس تھے اور کچھ اُس زمانہ کے ہیں جبکہ آپؐ ظاہری لحاظ سے بھی زور وطاقت میں تھے۔ اور حقیقۃً یہ دس نظارے اس قسم کے ہیں جو مندرجہ بالا سطور کے زبردست ثبوت اور یقینی گواہ ہیں ؎

دعویٰ نبوّت کے بعد صبر کا پہلا نظّارہ

اسلامی تاریخ کا معمولی سا واقف بھی اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ مکّہ معظّمہ کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم آپؐ کے دعویٰ نبوّت سے پیشتر بھی کیا کرتے تھے۔ بلکہ بعد میں بھی آپؐ کی صداقت وامانت اور دیانت وشرافت کے قائل تھے۔ چنانچہ دشمنان اسلام ابولہب اور ابوجہل کے اقوال اِس وقت تک محفوظ چلے آتے ہیں۔ جن میں انہوں نے اس بات کی صاف اور کُھلی گواہی دی ہے کہ ذاتی طور پر صادق اور الامین ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوّت کے اعلان کے لئے جب تمام اہل مکّہ کو صفا پہاڑی پر اکٹھا کیا تو اُسوقت بھی بعض مکّہ کے معززین نے اس بات کی شہادت دی کہ ”ہم نے تو کبھی آپؐ کو جُھوٹ بولتے نہیں دیکھا“ غرضیکہ آپؐ کی خاندانی اور ذاتی شرافت وپاکیزگی کا اہل مکّہ کے دلوں میں ایک گہرا نقش تھا جو بعض دفعہ مخالفت کے خطرناک طوفان میں بھی نمودار ہو جاتا تھا۔ ایسی حالت میں جبکہ آپؐ ہر ایک کی نگاہ میں معزز ہیں۔ اور ہر ایک آپؐ کی عزّت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور آپؐ کی تعظیم وتکریم میں سر جُھکائے ہوئے ہے، آپؐ صفا پہاڑی پر سب کو اکٹھا کر کے دعویٰ نبوّت کا اعلان کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں تمہاری اصلاح کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں تمہیں بُرے اعمال اب ترک کرنے ہونگے اور گندے خیالات سے اپنے دل ودماغ کو پاک رکھنا ہوگا اور ان باتوں سے اگر باز نہ آؤ گے تو پھر خدا تعالیٰ کی سزا کے لئے تیار رہو۔ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نذیر ہو کر تمہیں یہ پیغام سُناتا ہوں ؎

اہل مکّہ کا اتنا سُننا تھا کہ طوفان بدتمیزی برپا کر دیا جاتا ہے۔ اور لعن وطعن کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور وہی ابولہب جو چند لمحے پہلے آپؐ کی صداقت۔ دیانت۔ راستبازی کا اقرار کر چکا ہے۔ اسے خطرناک جھوٹ اور کذب بیانی قرار دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ یہ تمہاری ہلاکت کا باعث ہوگی۔ اور بُرا کہنا شروع کر دیتا ہے۔ اور آپؐ کی تباہی وبربادی کا خواہاں ہو جاتا ہے ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انسانی طبیعت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اور ان حالات کو دیکھتے ہوئے کوئی اور شخص ہوتا تو غالباً اُس کا رویہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رویہ کے برعکس ہوتا۔ یعنی یا وہ

(۱) اس قسم کے سبّ وشتم کرنے والوں کے مقابلہ کے لئے فوراً تیار ہو جاتا یا جبکہ خاندانی لحاظ سے اور ذاتی طور پر بھی وہ اثر ورسوخ رکھتا ہو ایک کی دو سُناتا اور اینٹ کا جواب پتھر سے دیکر اپنے دل کے غبار کو نکال لیتا ٭

(۲) یا جس بات کی وجہ سے یہ مخالفت پیدا ہوئی اور لوگ یکدم بُرا بھلا کہنے لگ گئے اور تباہی و بربادی کے خواہاں ہو گئے۔ اُسے چھوڑ دیتا۔ اور کہتا کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ اس طرح اپنے آپ کو مطعون بنایا جائے۔ اپنی ظاہری عزّت کو بھی خاک میں ملایا جائے اور اپنے اثر ورسوخ کو بھی مٹایا جائے۔ بہتر یہی ہے کہ اس بات کو ہی چھوڑ دیا جائے ٭

اور ایسی صورت میں جبکہ یہ بھی یقین ہو کہ میری قوم میری کبھی مخالفت نہیں کریگی اور پھر دفعۃً اور اچانک مخالفت کا طوفان کھڑا ہو جائے اور قوم مخالفت و تباہی کے درپے ہو جائے تو پھر مندرجہ بالا دو صورتوں میں سے ایک کو تو ضرور ہی اختیار کرنے پر مجبور ہوگا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ آپؐ کو یقین تھا کہ قوم کے دل و دماغ میں آپؐ کی عزّت و تکریم کے جذبات ہیں اور بعض حالات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ کو اس بات کا بھی یقین تھا کہ قوم آپؐ سے کسی قسم کی مخالفت نہیں کریگی۔ چنانچہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپؐ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے بیان کو سُنکر کہا کہ کاش مَیں اُس وقت تک زندہ ہوتا جبکہ تیری قوم تجھے نکالے گی تو حضوؐر نے فرمایا اَوَ مُخْرِجِیَّ ھُمْ کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ 159
کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ قوم آپؐ کو دُکھ یا کوئی تکلیف دیگی یا ملک بدر کر دے گی تبھی تو آپؐ نے تعجب کے ساتھ ورقہ بن نوفل سے یہ کہا۔ اور یہ خیال دراصل اُن جذبات پر مبنی تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قوم کے دل میں تھے۔ ان حالات میں اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابولہب اور اس کے ساتھیوں کی مخالفت دیکھی اور قوم کے رنگ کو بگڑا ہوا پایا تو آپؐ نے یہ نہیں کیا جیسا کہ آپؐ کے رویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مقابل پر اینٹ کا جواب پتھر سے دینا شروع کر دیا ہو یا سبّ وشتم سے کام لیا ہو اور نہ ہی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپؐ نے یہ کیا کہ اُس کام کو چھوڑ دیا جائے کہ جس کے کرنے کی وجہ سے ابتداء ہی میں یہ مشکلات پیش آگئی ہیں۔ یا کسی قِسم کی گھبراہٹ و اضطراب کا مظاہرہ کیا ہو بلکہ خاموشی کے ساتھ برداشت کرتے ہوئے اس واقعہ کو آپؐ نے گذارا ؛

مَیں حضور علیہ السّلام کے اس واقعہ کو اس لحاظ سے خاص طور پر اہم سمجھتا ہوں کہ اُس وقت ظہور میں آئے جبکہ مخالفت کا نام و نشان تک نہ تھا اور قوم کا سلوک آپؐ سے محبّت و عزّت کا تھا۔ اور یکدفعہ ہی پہلی مرتبہ آپؐ کو یہ حالت دیکھنی پڑی۔ ایسی صورت میں آپؐ کا خاموش رہنا اور کسی قسم کے مقابلہ کے لئے تیار نہ ہونا اور پھر آپؐ کا اصل مقصد کو ان مخالفانہ حالات کی وجہ سے نظرانداز نہ کرنا یقیناً آپؐ کے صبر و تحمّل کا ثبوت ہے اور آپؐ کے استقلال و استقامت کا شاندار مظاہرہ ہے۔ اور جس صورت حال میں آپؐ نے یہ صبر کا نظّارہ پیش کیا یقیناً عظیم الشان نظّارہ ہے ورنہ کوئی اور ہوتا تو جیسا کہ مَیں لکھ چکا ہوں وہ دامن صبر کو چھوڑ بیٹھتا یعنی یا تو مقابلہ کے لئے اُتر آتا اور برداشت نہ کر سکتا اور یا اس کام کو ہی چھوڑ بیٹھتا۔ لیکن آپؐ نے نہ صرف یہ کہ برداشت کیا بلکہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے پہلے سے زیادہ کوشش شروع کر دی اور قطعاً اس بات کا خیال تک بھی نہ کیا کہ اس قدر مخالفت شروع ہو گئی ہے لوگوں بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور تباہی و بربادی کے خواہاں ہو گئے ہیں ؛

صبر کا دُوسرا نظّارہ

مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم اس مظاہرہ عداوت کو دیکھ کر گھبرا نہیں جاتے بلکہ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ پیغام خداوندی کو پہلے سے زیادہ پُہنچانے میں مصروف ہو جاتے ہیں جُوں جُوں آپؐ پیغام الٰہی کی تبلیغ میں زیادہ کوشش شروع کرتے ہیں تُوں تُوں آپؐ کی مخالفت بھی بڑھتی چلی جاتی ہے اور نہ ماننے والوں کی طرف سے سختیوں میں اضافہ اور مظالم میں زور پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ آپؐ کے راستہ کو کانٹوں کی سیج بنا دیا جاتا ہے۔ بُرا بھلا کہا جاتا ہے لیکن مقابل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کامل خاموشی اور صبر و برداشت کا ہی نظّارہ دکھائی دیتا ہے گالی کا جواب گالی اور ٹھٹھے کا جواب تمسخر سے نہیں دیا جاتا، اور جب کفّار دیکھتے ہیں کہ ان سختیوں۔ مشکلات اور مصائب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو اصل مقصد سے غافل نہیں کر سکے بلکہ آپؐ پہلے سے زیادہ کوشاں ہیں، تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپؐ کے چچا کے پاس پہنچتے ہیں۔ اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ آپؐ کے چچا کو آپؐ کے خلاف برانگیختہ کیا جائے اور تا وہ آپؐ کی حمائت سے دستبردار ہو جائے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ کفار مکّہ کا آپؐ پر یہ ظلم کوئی معمولی ظلم نہ تھا اور یہ ظلم ایسا خطرناک ظلم تھا کہ سنگدل سے سنگدل انسان کو بھی ایسے ظلم کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ چند لمحوں کے لئے آپ اس تصوّر کو اپنے ذہن میں لائیں کہ وہ جو بچّہ ہونے کی حالت میں یتیم تھا۔ بےکس و بےبس تھا اس کا دنیا میں کوئی اور سہارا نہ تھا صرف ایک چچا ہی تھا جو دنیا میں آخری سہارا سمجھا جاتا تھا دشمنوں نے کوشش کی کہ آپؐ سے اس آخری سہارے کو بھی چھین لیا جائے اور دنیا میں بالکل آپؐ بے سہارا کر دیئے جائیں تا جس طرح چاہیں اپنے دل کے غبار کو نکال سکیں اور انہیں آپؐ کے عزیز و اقرباء میں سے کوئی پوچھنے والا نہ ہو، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آنکھوں سے اس بات کا مشاہدہ بھی کر رہے ہیں کہ چچا ان کفار ناہنجار کی متحدہ سازشوں سے لغزش کھا رہا ہے اور اس کے پائے استقلال میں فرق آنے لگا ہے اور یہ دنیا کا آخری ذریعہ بھی ہاتھ سے اب چھوٹا جاتا ہے، ان تمام باتوں کو دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی آپؐ بالکل خاموش رہتے ہیں اور کوئی ایسا رویہ اختیار نہیں فرماتے جس سے کسی دشمن کو بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے کی جرأت ہو سکے کہ آپؐ نے اس ظلم کے مقابلہ میں کوئی بدلہ لینے کی ادنیٰ کوشش بھی کی ہو یا کسی قسم کا کوئی مقابلہ ہی کیا ہو، بلکہ جو کچھ اس موقعہ پر آپؐ نے اپنے چچا کو کہا وہ اس قابل ہے کہ اُسے یاد رکھا جائے آپؐ فرماتے ہیں:-

"اے چچا یہ نہیں ہو سکتا کہ مَیں پیغام آسمانی کے پہنچانے میں سُستی یا غفلت سے کام لوں خواہ چاند اور سورج بھی میرے ہاتھوں پر لا کر کیوں نہ رکھ دیئے جائیں"

ایک طرف ظلم کی انتہا ہو رہی ہے کہ آخری سہارے سے بھی آپؐ کو محروم رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور دوسری آپؐ ہیں کہ نہایت صبر و استقامت اور جرأت و استقلال کے ساتھ اعلان فرماتے ہیں کہ یہ سب ظلم منظور مگر یہ ناممکن کہ پیغام الٰہی کی تبلیغ سے رُک جاؤں، اور جور و ستم کے جواب میں کسی قسم کا کوئی مقابلہ نہیں بلکہ مکمّل خاموشی کا مظاہرہ ہو رہا اور ان تمام مشکلات کو برداشت کیا جا رہا ہے اور پھر نہایت چُستی کے ساتھ اپنے فرض کی ادائیگی کا اعلان اس سے بڑھ کر بھلا صبر و تحمل جرأت و استقامت کی نظیر کہاں مل سکتی ہے؟

آپؐ کے اس موقعہ پر عظیم الشان صبر کو دیکھتے ہوئے سابق نائب وزیر ہند جیسے کٹّر عیسائی کو بھی یہ لکھنا پڑا کہ آپؐ کا یہ رویّہ آپؐ کے نبی اور مُصلح ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر	نام	بقایا
۱۸۳۷	مرزا دلاور علی بیگ صاحب	۶-۱۳-۰
۱۸۶۳	ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب	۷-۶-۰
۱۸۶۵	چوہدری محمد عبداللہ صاحب	۷-۹-۰
۱۸۸۴	بابو سلیم اللہ صاحب	۶-۵-۰
۱۹۲۳	غلام رسول صاحب	۷-۱۴-۰
۱۹۴۴	فتح الدین صاحب ٹیچر	۹-۵-۰
۱۹۸۲	محمد اسمٰعیل صاحب	۷-۱۵-۰
۱۹۸۷	محمد حبیب الرحمٰن صاحب بی اے	۷-۸-۰
۱۹۸۹	موسےٰ خانصاحب	۶-۱۰-۰
۲۰۲۵	محمد عبدالقادر صاحب مدرس	۹-۴-۰
۲۰۴۰	غلام مجتبےٰ صاحب	۶-۱۳-۰
۲۰۵۷	عبداللہ صاحب سنوری	۸-۱۰-۰
۲۰۶۲	حیات بخش صاحب	۶-۱۲-۰
۲۰۶۹	ماسٹر عبدالمنان صاحب	۶-۷-۰
۲۰۷۴	محمد عبداللہ صاحب	۷-۸-۰
۲۰۷۵	عبدالرحمٰن صاحب خاکی	۱۰-۱-۰
۲۰۷۹	مولوی مسیح الدین صاحب	۶-۳-۰
۲۰۸۱	محمد صادق شاہ صاحب	۶-۳-۰
۲۰۸۴	فتح محمد صاحب کراچی	۹-۱۲-۰
۲۰۸۵	میر تصدق حسین صاحب	۹-۴-۰
۲۰۹۰	محفوظ علی خان صاحب	۸-۸-۰
۲۰۹۵	شیخ دوست محمد صاحب	۹-۴-۰
۲۰۹۶	اللہ دتا صاحب	۶-۶-۰
۲۰۹۷	اشرف علی صاحب فاروقی	۶-۶-۰
۲۰۹۸	ماسٹر محمد طفیل صاحب	۱۰-۲-۰
۲۱۰۰	محمد خورشید عالم صاحب	۶-۹-۰
۲۱۰۲	عزیز احمد صاحب ملک	۹-۱۰-۰
۲۱۰۸	چوہدری عطاء اللہ خان صاحب	۷-۱۱-۰
۲۱۱۰	چوہدری سردار محمد صاحب	۶-۱۱-۰
۲۱۱۱	حافظ محمد الدین صاحب	۶-۱۳-۰
۲۱۱۳	فضل حق صاحب	۶-۳-۰
۲۱۱۴	محمد ہادی صاحب	۳-۱۰-۰
۲۱۱۷	محمد اشرف ولد راجہ غلام محمد صاحب	۷-۱۴-۰

نمبر	نام	بقایا
۲۱۲۴	محمد محبوب صاحب	۱-۱۵-۰
۲۱۲۸	میاں رفیق احمد صاحب	۴-۹-۰
۲۱۲۹	میاں نذیر احمد صاحب	۶-۱۵-۰
۲۱۳۲	غلام محمد محمد ابراہیم صاحبان	۵-۱۲-۰
۲۱۳۳	مرزا عبدالکریم صاحب	۷-۷-۰
۲۱۳۷	مستری غلام رسول صاحب	۷-۳-۰
۲۱۳۹	فتح محمد خاں صاحب	۷-۰-۰
۲۱۴۰	لائبریرین اسلامیہ کالج پشاور	۷-۳-۰
۲۱۴۱	" اسلامیہ کلب لائبریری پشاور	۷-۳-۰
۲۱۴۶	محمد اسمٰعیل شاہ صاحب	۷-۳-۰
۲۱۵۰	ثناء اللہ صاحب	۶-۱۱-۰
۲۱۵۲	راجہ محمد یوسف صاحب	۱-۶-۰
۲۱۵۷	نذیریہ لائبریری دہلی	۶-۴-۰
۲۱۵۸	سکرٹری اولڈ بوائز چنیوٹ	۶-۰-۰
۲۱۵۹	محمد اشرف صاحب	۴-۱-۰
۲۱۶۸	بوٹاں بی بی صاحبہ	۷-۳-۰
۲۱۷۰	امام الدین صاحب	۷-۱۱-۰
۲۱۷۳	اللہ دتا صاحب آبادکار	۷-۳-۰
۲۱۷۱	عبداللطیف خاں صاحب	۷-۳-۰
۲۱۷۲	میاں احمد الدین حافظ	۲-۲-۰
۲۱۷۸	مولوی عبدالواحد صاحب	۵-۱۰-۰
۲۱۷۹	حفیظ بیگم صاحبہ	۶-۱۲-۰
۲۱۸۰	غلام محمد خانصاحب	۶-۴-۰
۲۱۸۴	محمد قاسم صاحب	۵-۲-۰
۲۱۹۷	چوہدری محمد شریف صاحب مولوی فاضل	۶-۲-۰
۲۲۰۳	مرزا فضل الٰہی صاحب	۵-۱۳-۰
۲۲۱۱	ایم عبدالرحمٰن صاحب	۵-۹-۰
۲۲۱۲	ملک حسن محمد صاحب	۵-۴-۰
۲۲۱۶	محمد یعقوب خاں صاحب	۱-۱۲-۰
۲۲۱۷	گیانی گورنام سنگھ	۲-۱۰-۰
۲۲۳۴	ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن بانڈوی	۱-۱۱-۰
۲۲۳۹	بابو عطاء محمد صاحب	۲-۰-۰
۲۲۶۶	مولوی محمد سلیم صاحب	۳-۴-۰
۱۲۳۷	ایم اکبر علیخان صاحب کنیا کالونی	۱۲-۰-۰
۱۶۲۲	سلیمان تیجو ماریشس	۱۰-۸-۰
۲۰۲۱	ایم محمد یوسف صاحب یوگنڈا	۱۲-۰-۰

ریویو آف ریلیجنز اردو۔ قادیان دارالامان۔ مورخہ ۵ اگست ۶ء۔ رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈابر (ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن) لمیٹڈ

صیغہ نمبر ۱۱۹ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

پچاس برس سے مشہور ولاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

STAR (REGD) اسٹار ٹریڈ مارک

ہیلک

پاس ضرور رکھو

(کٹے جلے و چوٹ وغیرہ پر لگانیکا مشہور مرہم)

اچانک چوٹ۔ زخم۔ جلن۔ درد۔ خون بہنے یا آگ سے جلنے کے آبلے اور زہریلے کیڑوں کے کاٹے جانیکی جگہ پر ہیلک مرہم لگانے سے فوراً آرام ہوتا ہے۔ یہ صرف جڑی بوٹیوں سے ہی تیار ہوتا ہے۔

قیمت فی ڈبی نو آنہ ۹/

ڈاک محصول سات آنہ ۷/

نمونہ دو آنہ جو صرف ایجنٹوں سے ہی مل سکتا ہے۔

سر بائینا

(سر اور ریاحی درد کی ٹکیہ)

آدھے یا سارے سر میں چاہے کسی وجہ سے درد ہو اس دوا سے تکلیف جاتی رہیگی صرف یہی نہیں بلکہ درد سے سر پھٹا جاتا ہو تو بھی اس دوا سے فوراً آرام ہوگا۔ قیمت فی شیشی آٹھ آنہ ۸/ ڈاک محصول آٹھ شیشیوں تک ۷/

قیمت نمونہ ڈیڑھ آنہ ۱۰/ جو صرف ایجنٹوں سے ہی مل سکتا ہے۔

نوٹ ہر جگہ ہمارے ایجنٹوں کے ہاں اور دواخانوں میں ملتی ہیں۔ دوا خریدتے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں۔

پنجاب کے خاص خاص شہروں میں سول ایجنٹ کی ضرورت ہے۔

(بھائی عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام قادیان میں چھاپکر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)